گستاخِ رسول کی سزا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کعب بن اشرف کے لیےتم میں سے کون کافی ہوسکتا ہے۔ کیوں کہ اس نے اللہ اوراس کے رسول کوایذا دی ہے۔ محمد بن مسلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ پسند فرماتے ہیں کہ میں اس کوقتل کردوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، جابر کہتے ہیں محمد بن مسلمہ اس کے پاس آئے......اس سے باتیں کرتے رہے، یہاں تک کہ اس پر قابو پالیا تو اس کو مارڈالا۔ [بخاری: ۳۰۳۱، کتاب الجهاد والسیر]

نیکی اور بدی کی پہچان

(۴۲)...... وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، مَاالْاِیْمَانُ؟ قَالَ: اِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَسَاءَ تْكَ سَیِّئَتُكَ فَاَنْتَ مُؤْمِنٌ ۔ قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا الْاِثْمُ قَالَ: اِذَا حَاكَ فِیْ نَفْسِكَ شَیْءٌ فَدَعْهُ ۔ [مسند احمد: ۵/ ۲۵۱]

''ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ایمان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تجھے تیری نیکی خوش کرے اور تیری برائی تجھے غمگین کردے تو تم سمجھ لو کہ تم مومن ہو۔ اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم گناہ کسے کہتے ہیں؟ فرمایا کہ جب تمہارے جی میں کوئی شے کھٹکے تو تم اسے چھوڑ دو۔''

یعنی جب کوئی شخص اچھا عمل کر کے خوشی اور مسرت محسوس کرے اور برا کام کر کے سزا کے خوف سے غم اور تکلیف محسوس ہو تو تم سمجھ لو کہ تم مومن ہو۔ کیوں کہ کامل مومن اللہ کی فرماں برداری اور نافرمانی میں تمیز کرسکتا ہے اور وہ قیامت کے دن اس پر سزا ملنے کا اعتقاد بھی رکھتا ہے۔ اس کے برعکس کافر آدمی اچھائی اور برائی میں کوئی فرق نہیں کرسکتا اور نہ ہی ان پر عمل کرنے میں اسے کوئی پرواہ ہوتی ہے۔

پھر اس نے پوچھا کہ گناہ کی علامت کیا ہے؟ یعنی جب گناہ کے متعلق دل میں شک اور شبہ پڑ جائے اور صراحت سے کوئی نص یا صحیح نقل نہ مل سکے تو کیسے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ یہ گناہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تیرے دل میں ایک چیز کھٹکے اور تو اس سے تردّد میں پڑ جائے اور تیرا دل اس سے نفرت محسوس کرے تو اس کو چھوڑ دو۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

" دع ما یریبك ان مالا یریبك ۔ "

یعنی مشکوک چیز کو چھوڑ کر یقین والی چیز کی طرف ہوجاؤ۔ لیکن یہ صرف ایسے لوگوں کے لیے ہے کہ جن کے دل پاک صاف ہوں۔

فہرست

عیش کوشی کا بھیانک انجام

﴿ وَ اتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِیْهِ وَ کَانُوْا مُجْرِمِیْنَ ﴾ [هود: ١١/ ١١٦]

''ظالم لوگ تو اس چیز میں لگ گئے جس میں انھیں آسودگی دی گئی تھی اور وہ گناہ گار تھے۔''

عیش وعشرت سے ممانعت

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں جب یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا:

اِیَّاكَ وَالتَّنَعُّمَ فَاِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ لَیْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِیْنَ .

[مسند احمد: ٥/ ٢٤٣ اسناده جيد]

''آرام پسندی سے بچو کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے بندے آرام پسند نہیں ہوتے۔''

سفر کی دعا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے گھر سے نکلتے تو یوں دعا کرتے:

بِسْمِ اللّٰهِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ نَزِلَّ اَوْ نَضِلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْ نُظْلَمَ اَوْ نَجْهَلَ اَوْ یُجْهَلَ عَلَیْنَا .

''میں اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا۔ اے اللہ! ہم تیری پناہ چاہتے ہیں کہ پھسل جائیں یا گمراہ ہو جائیں یا ظلم کریں یا ظلم کیے جائیں، یا کسی پر جہالت کریں یا ہم پر جہالت کی جائے۔''

جیسی نیت ویسی مراد

اداریہ —— حافظ احمد شاکر

وطن عزیز میں مسئلہ کشمیر کو ہر حکومت، ہر سیاسی جماعت اور ہر سیاسی لیڈر نے ہمیشہ نمایاں بلکہ اپنی سیاست اور وطن دوستی کی علامت اور طرۂ امتیاز بنایا اور اس کو جھنڈا بنا کر لہرایا ہے۔ ایک طبقہ ''کشمیر بنے گا پاکستان'' کا نعرہ لگاتا ہے دوسرا طبقہ ''کشمیر کشمیریوں کا'' اعلان کرتا، تیسرا طبقہ کشمیر کا فیصلہ حق خود ارادیت کا راستہ اپناتا ہے اور چوتھا طبقہ مظلوم اور بے بس کشمیری مسلمانوں کی مدد...... بغیر حکومت کے انفرادی طور پر...... بزعم خود فرض جانتا ہے جس کے لیے یہ طبقہ جان و مال کی کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتا۔ یہ طبقہ عموماً عملی سیاست یعنی اقتدار کی دوڑ سے الگ رہتا اور اپنے خیالات کے مطابق تن، من، دھن سے اپنے مشن میں مصروف رہتا ہے۔ لیکن پہلے تین طبقے جو حسب ضرورت کشمیر کو اپنی سیاست اور خدمت وطن کا عنوان بنائے رکھتے ہیں لیکن ان کی عملی یعنی سیاسی زندگی تضادات سے عبارت ہے۔ کشمیر کے عنوان پر یہ سیاست دان جس ملک یعنی بھارت کو للکارتے رہتے ہیں اسی بھارت سے دوستی کی پینگیں بڑھانے کے لیے دریچہ دل ہمیشہ وا رکھتے ہیں۔ واضح رہے کہ دوستی اچھی چیز ہے لیکن نیت کے مطابق۔ مثلاً اس دوستی سے اگر ہم بھارت کے مظلوم مسلمانوں کی مدد، اور ان سے تعاون کی نیت رکھتے ہیں تو یہ باعث خیر و برکت ہے۔ یہ دوستی اگر ہم بھارت سے مثبت انداز سے دعوتِ اسلام کی نیت سے کرتے، رکھتے اور بڑھاتے ہیں تو اس نیت کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ یقیناً اجر وثواب بھی دے گا اور اس کے ثمرات بھی...... چاہے دیر سے...... سامنے بھی آئیں گے۔ لیکن اگر یہ دوستی ذاتی اغراض، تجارت اور جائز و ناجائز حصول مال و زر کی نیت سے ہو تو پھر اجر وثواب کہاں! ہاں مال و دولت میں بڑھوتی بھی ممکن ہوسکتی ہے۔ اگر دوستی کی نیت خواہشات...... جنسی و ذہنی...... ہوں اور شاید ہمارے حکم ران اور سیاست دان ہمیشہ ایسی ہی نیت کرتے ہوں گے تبھی تو ثقافتی طائفے، گلوکار، فن کار، قوال اور ناچنے گانے والوں کے ''تبادلے'' ہر حکومت بھارت دوستی کی اوّلیں ترجیح سمجھتی ہے۔

پھر ان طائفوں میں لسانی طائفے بھی ہوتے ہیں اور سیاسی بھی...... جو گاہے گاہے سرحد کی لکیر اور ویزا ختم کرنے، کرنسی ایک کرانے کی موشگافی کرنے والے...... بھی ہوتے ہیں اس پر طرفہ تماشا یہ بھی ہے کہ ہمارے لیڈر کیا اور کیا عوام۔ یہ بھارتی گانوں اور فلموں کی سیڈیز اور دیگر اشیائے تعیش وآوارگی منگوا کر بھارت کی اس فوج کے اخراجات میں ''بھرپور'' حصہ ڈالتے ہیں جس نے کشمیری مسلمانوں کا جینا حرام کر رکھا ہے۔ کئی سال قبل ایک خبر میں بتایا گیا تھا کہ اس وقت پاکستان بھارت سے سالانہ چھ کروڑ کی ویڈیو اور آڈیو سی ڈیز منگواتا تھا۔ گمان یہ ہے کہ سابقہ حقیقی جمہوری اور زمینی حقائق سے ''باخبر دورِ حکومت'' میں یہ اضافہ کئی گنا ہو چکا ہوگا۔ اس کے باوجود ہر سیاسی جماعت اور لیڈر کشمیر کو اپنا حق گردانتا اور حصولِ کشمیر کا سیاسی عزم رکھتا اور اس کے نعرے لگاتا بالکل نہیں شرماتا۔ بتایئے کہ اس کو تضاد کہیں؟ منافقت کہیں؟ یا وطن دشمنی؟

آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر:

دو یا تین سال قبل پہلی مرتبہ ناروے کے کسی بدطینت ناشر نے کسی کارٹونسٹ سے نبی ﷺ کے کچھ خاکے بنوا کر شائع کیے تھے تو اس وقت عالم اسلام میں ایک طوفان اُمڈ آیا تھا۔ فوری طور پر بعض مسلم ممالک خصوصاً المملكة العربية السعودية نے ڈنمارک مصنوعات کا بائیکاٹ کر دیا۔ اس کے سفیر کو نہ صرف سرزنش کی بلکہ اس کو سعودیہ سے واپس بھی بھجوا دیا تھا، تاآنکہ ڈنمارک حکومت نے عالم اسلام سے عموماً اور سعودیہ سے خصوصاً معذرت کی تو حالات قدرے معمولات پر آئے۔ حکومت پاکستان نے اس وقت بھی ہمارے علم کے مطابق کوئی باضابطہ احتجاج، یا ڈنمارک کے سفیر کی وطن بدری، یا ڈنمارک حکومت سے تعلقات کو ''متاثر'' یعنی ڈسٹرب نہیں کیا کہ ''آقائے ولی نعمت'' اس...... جیسی خباثتوں...... کو ذرائع ابلاغ کی آزادی کہتا ہے۔ اس کے بعد یہی خاکے بعض دیگر عیسائی ممالک...... ہالینڈ وغیرہ...... اکا دکا شائع کرتے رہے لیکن مسلم امہ کے منجمد تالاب میں کوئی حرکت نہ ہوئی۔

آج کل وہی خاکے دوبارہ شائع کر کے صلیبی دنیا نے عالم اسلام میں ہیجان بپا کر رکھا ہے۔ اب تک کسی مسلمان حکومت کا کوئی قابل ذکر اور دور رس نتائج کا حامل مؤثر احتجاج ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ ہاں پاکستان میں احتجاجی جلوس بھی خوب نکل رہے ہیں جلسے بھی کیے جا رہے ہیں، ریلیوں کی ریت بھی چلی ہوئی ہے اور نعروں کا جوش وخروش بھی خوب زوروں پر ہے۔ قومی اسمبلی نے ایک مذمتی قرارداد بھی پاس کر دی ہے لیکن طاغوت پر تو کیا ڈنمارک حکومت تک اس کا کوئی اثر کم ازکم ہمارے علم میں نہیں ہاں حکومت پاکستان کا اب تک اس سے سفارتی تعلقات منقطع کرنے کا کوئی فیصلہ ہمارے علم میں نہیں آیا۔ بلکہ ڈنمارک کی فون کمپنی ''ٹیلی نار'' کی خوب خوب تشہیر کی جا رہی ہے اس کے رعائتی منصوبوں کو عام کر کے پاکستانی مسلمان اس ملک کو تجارتی سہارا...... Spot...... دے رہے ہیں جس ملک نے ہمارے نبی ﷺ فداہ ابی وامی، کی شان میں گستاخی کر کے اپنے خبث باطن کا اظہار کیا ہے۔ پاکستان نہ صرف اس کی موبائل کمپنی ٹیلی نار فون بلکہ اس کی دیگر مصنوعات کی تجارت بھی رواں رکھے ہوئے ہیں یعنی ہم ان کی خوب مدد بھی کر رہے ہیں سوائے الدعوۃ میڈیکل مشن کے کہ اس نے اس کی دوائیوں کے بائیکاٹ کا اعلان کیا ہے۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے ڈنمارک حکومت کو جب پاکستانی عوام اور حکومت سے کوئی مالی نقصان نہیں تو ہم پھر جس طرح چاہیں جس قدر چاہیں اور جیسے چاہیں چیختے چلاتے اور چنگھاڑتے نعرے لگاتے رہیں ڈنمارک حکومت یا اس کے حکمرانوں پر اس کا کیا اثر پڑے گا؟ اس سے پہلے بھی ان صفحات میں عرض کیا گیا تھا کہ جب تک حکومتی سطح پر حمیت ایمانی اور جذبہ حرمت رسول ﷺ کا اظہار نہ ہوگا عوام کے جذبات بے اثر رہیں گے، عوام کا سڑکوں پر نکل آنا، توڑ پھوڑ کرنا، اپنا اور اس حکومت کا مالی نقصان کرنا منفی طرز عمل ہے۔ O.I.C کے پلیٹ فارم پر یہ آواز پورے زور سے اٹھانی چاہیے اور مسلمان سربراہان مملکت کو پورے قد سے کھڑے ہو کر طاغوت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حرمت رسول ﷺ کا قانون بنوانا چاہے وگرنہ ہم سب کو درجہ بہ درجہ ایمان کی سلامتی کی فکر کرنی چاہیے۔

آباؤ اجداد کے لیے صدقہ جاریہ:

نئی حکومت اصلاً دو سیاسی جماعتوں بلکہ نظریات کا مرکب ہے P.P.P اور نون لیگ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان پیپلز پارٹی کا ووٹ بینک وسیع ہے کیوں کہ اختلاف واتفاق سے قطع نظر اس کا ایک اپنا سیاسی نظریہ ہے۔ ان انتخابات میں اس کی کامیابی کی بنیاد اس کی چیئر پرسن کی مظلومانہ موت تھی۔ جب کہ ن لوگ کو کامیابی امن، انصاف...... خصوصاً ججز کی بحالی...... اور معاش کی بنیاد پر نصیب ہوئی۔ مہنگائی تو عالمی طور پر انگڑائی لے چکی ہے کیوں کہ امریکا کی عالمی جنگی پالیسی جس میں وار چارجز، (غنڈہ ٹیکس کے علاوہ) جنگ سے متاثرہ ملکوں کی معاشی زبوں حالی اور ان ملکوں سے فرسودہ جنگی آلات وغیرہ کے اخراجات کی وصولی بنیاد ہیں اس لیے مہنگائی میں کمی کے کسی معجزے کی امید نہیں کرنی چاہیے۔

دوسرا کامیابی کا وعدہ ججز کی حالی کا تھا P.P.P نے اعلانِ مری میں اس کی تائید تو کر دی تھی جس کے لیے ایک ماہ کی مدت مقرر کی گئی۔ یہ سارا مہینہ اگر، مگر، چوں کہ، چناں چہ کرتے گزر گیا اور جب مہینہ پورا ہو گیا تو پھر وہی آئیں، بھائیں، شائیں یعنی ججز بحال ہونے کے متفرق اور متعدد دجل آمیز امکانات میڈیا میں آتے رہے کیوں کہ ججز کی بحالی سے بہت سے پردہ نشیں خوف زدہ ہیں جب کہ گم شدہ افراد کی خبریں دھیرے دھیرے پس چلمن لے جائی جا رہی ہیں۔ حکومتوں کی تبدیلی کے دائمی دستور کے مطابق سابقہ حکومت کی بدعنوانیاں تو نمایاں سرخیوں کے ساتھ شائع کروائی جا رہی ہیں۔ لیکن کسی مسئلے کا حل نہیں نظر آ رہا۔ وطن عزیز میں عوام فاقوں سے مر رہے ہیں، خودکشیاں کی جا رہی ہیں، بیمار ایڑیاں رگڑ رہے ہیں لیکن حکومت یہ ہوگا وہ ہوگا جیسی باتیں کر رہی ہے۔ شریف برادران کو عوام کے حسن ظن نے کامیابیاں دی ہیں وہ کیوں خاموش ہیں؟ وزیروں اور افسروں نے بڑی گاڑیاں واپس کر دیں یا اس طرح کے جو بھی اقدام کیے جا رہے ہیں ان کا عوام تک کوئی ثمر پہنچے گا تو عوام تو تب ہی جانیں گے۔ جمہوری حکومتوں میں سب سے بڑا گھپلا، نوازش یا بدعنوانی اس وقت شروع ہوتی ہے جب اراکین اسمبلی کو ترقیاتی فنڈ دیئے جاتے ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ ترقیاتی فنڈ دینے زیادہ ضروری ہیں یا ترقیاتی فنڈ کی رقوم کو آٹا، بجلی، پانی اور کھاد کے لیے سب سڈی یعنی امدادی رقوم دینا زیادہ اہم ہیں۔ شریف برادران کو چوں کہ انسانی ہمدردی کے جذبات ورثے میں ملے ہیں اس لیے ہم ان سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ بحالی ججز کی آڑ میں عوام کی بنیادی ضرورتوں سے صرف نظر نہ کریں بلکہ عوام کو امن مہیا کریں، ظالموں کو نکیل ڈالیں، پھر عوام تک آٹا، دوائی وغیرہ پہنچائیں، عوام کی خدمت کریں اس سے ان شاءاللہ تعالیٰ بھی راضی ہوگا اور ان کے آباواجداد کے لیے صدقہ جاریہ بھی ہوگا۔ باقی رہی ججز کی بحالی! تو وہ جب نو من تیل ہوگا رادھا پھر ہی ناچے گی۔

الاستقامۃ

شیخ عمر فاروق

((عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ- اَنَّهٗ قَالَ: "قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: قُلْ لِيْ فِي الْاِسْلَامِ قَوْلًا، لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا بَعْدَكَ. قَالَ : قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ فَاسْتَقِمْ)) [مسلم،رقم الحدیث:۳۸]

''سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے اِسلام کی کوئی ایسی بات ارشاد فرمایئے (اور وہ اس قدر جامع ہو) کہ آپ کے بعد کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے، آپ نے فرمایا:''کہو میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا، پھراس پر استقامت اختیار کرو۔''

لغوی معنی:

''اَلْا سْتِقَامَةُ''اس لفظ کا مادہ (ق وم) ہے۔

(قَامَ، یَقُوْمُ) کھڑا ہونا، سیدھا ہونا۔

(اَلْا سْتِقَامَةُ) راست روی ثابت قدمی۔

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

" اَلْاِسْتِقَامَةُ يُقَالُ فِى الطَّرِيْقِ الَّذِىْ يَكُوْنُ عَلَى خَطٍّ مُسْتَوٍ وَ بِهٖ شُبِّهَ طَرِيْقُ الْمُحِقِّ نَحْوَ"[مفردات القرآن]

''استقامت'' کے معنی راستہ کے خطِ مستقیم کی طرح سیدھا ہونے کے ہیں اورتشبیہ کے طور پر راہِ حق کو بھی صراطِ مستقیم کہا گیاہے۔''

سیدھاراستہ اسلام کا ہے:

جیسا کہ ارشادہوا:

﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴾

''(اے اللہ!) ہمیں سیدھی (اور سچی) راہ پر چلا۔''(ایسی ہدایت سے نواز جو ہمیں منزلِ مقصودتک پہنچادے۔)

حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

''ہدایت کے کئی مفہوم ہیں۔راستے کی طرف رہنمائی۔راستے پر چلا دینا، منزل مقصودتک پہنچا دینا، اِسے عربی میں ارشاد، توفیق، الہام اوردلالت سے تعبیر کیا جاتا ہے، یعنی ہماری ''صراط مستقیم'' کی طرف رہنمائی فرما، اس پر چلنے کی توفیق اور اس پر استقامت نصیب فرما، تاکہ ہمیں تیری رضا(منزلِ مقصود حاصل ہوجائے، یہ صراط مستقیم محض عقل اور ذہانت سے حاصل نہیں ہوسکتی، یہ''صراط مستقیم'' وہی ''اَلْاِسْلَام'' ہے جسے نبی ﷺ نے دنیا کے سامنے پیش فرمایا اور جواب قرآن و احادیث صحیحہ میں محفوظ ہے۔[احسن البیان]

معلوم ہوا کہ استقامت کے لیے ہدایت پر ثبات وقرار ضروری ہے۔

فضیلۃ الشیخ حسنین محمد مخلوف نے اس آیہ مبارکہ کی تشریح میں بڑی خوبی پیدا کی۔

" ﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴾ وَفِّقْنَا لِلثَّبَاتِ عَلَى الطَّرِيْقِ الْوَاضِحِ الَّذِىْ لَا اِعْوِجَاجَ فِيْهِ وَ هُوَ الْاِسلَام" [کلمات القرآن الکریم

''اے اللہ! ہمیں سیدھے راستہ پر چلا، یعنی اُس واضح اور روشن راستے پر ثابت قدم رکھ جس میں کوئی ٹیڑھ پن نہیں اور وہ اسلام کا راستہ ہے۔''

عقلی طور پر بھی جب دونقطوں کو ملاتے ہیں تو وہ سیدھا خط بن جاتا ہے اس کے علاوہ جتنے خطوط ہوتے ہیں، وہ خطوطِ منحنی (ٹیڑھے خطوط) کہلاتے ہیں، گویا کہ صراطِ مستقیم صرف اور صرف ایک ہی ہوکرتا ہے اور

وہ اسلام کا راستہ ہے۔

﴿ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْماً فَاتَّبِعُوْهُ، وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ [الانعام:۶/۱۵۳]

''اور یہ کہ یہ دین (یعنی دین اسلام) میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے، سواس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی، اس بات کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے اس طرح تم کج روی سے بچ نکلو۔''

حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

''صراطِ مستقیم کو واحد کے صیغے سے بیان فرمایا کیونکہ اللہ کی، یا قرآن کی یا رسول اللہ ﷺ کی راہ ایک ہی ہے ایک سے زیادہ نہیں (اور وہ صرف اور صرف اسلام کی راہ ہے) جس سے ہٹ کر یہ امت مختلف فرقوں اور گروہوں میں بٹ گئی ہے، حالانکہ اُسے تاکید کی گئی ہے کہ ''دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی'' دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ اَنْ اَقِیْمُوْا الدِّیْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ﴾ دین کو قائم رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔'' گویا اختلاف اور تفرقہ کی قطعاً اجازت نہیں ہے اسی بات کو حدیث میں نبی ﷺ نے اس طرح واضح فرمایا کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے ایک خط کھینچا اور فرمایا کہ ''یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے۔'' اور چند خطوط اُس کے دائیں اور بائیں جانب کھینچے اور فرمایا: ''یہ راستے ہیں جن پر شیطان بیٹھا ہوا ہے اور وہ ان کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے، پھر آپ نے مندرجہ بالا آیت تلاوت فرمائی۔''

[احسن البیان]

معلوم ہوا کہ ''راہِ استقامت'' صراطِ مستقیم پر مضبوطی سے ڈٹ جانا ہے۔

یہ دین اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے:

اس دین (طریقِ زندگی) کا نازل کرنے والا خالق کائنات ہے جس کی ہر بات عدل و انصاف پر مبنی ہے ارشاد ہوتا ہے:

﴿ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾ [ھود:۱۱/۵۶]

''بے شک میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔''

علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی لکھتے ہیں:

"اِنَّ رَبِّی عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اَیْ عَلٰی عَدْلٍ وَ قِسْطٍ، وَ حِكْمَةٍ وَ حَمْدٍ فِیْ قَضَائِهٖ وَقَدَرِهٖ وَشَرْعِهٖ وَاَمْرِهٖ وَفِیْ جَزَاءِهٖ وَ ثَوَابِهٖ، وَ عِقَابِهٖ، لَا تَخْرُجُ أَفْعَالُهٗ عَنِ الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ الَّتِیْ یُحْمَد، وَیُثْنٰی عَلَیْهِ بِهَا۔" [تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنّان]

''بے شک میرا رب سیدھی راہ پر ہے یعنی وہ خالق و مالک اپنے احکام کے نازل کرنے اور انھیں مقرر کرنے میں، قانون بنانے اور اُس کے نافذ کرنے میں، اُس کی جزا اور ثواب دینے میں (جو اِس قانون پر عمل پیرا ہو جائیں) اور سزا دینے و انتقام لینے میں (جو اِس قانون کی مخالفت کریں) عدل و انصاف پر ہے اور اُس کے تمام فیصلے اور احکام درست اور ٹھیک ہیں (حکمت و خوبی پر مبنی ہیں) جو قابلِ ستائش اور قابلِ تعریف ہیں۔''

اس لیے امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ کسی انسان کی استقامت کے معنی اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ سیدھی راہ پر چلنے اور اس پر مضبوطی سے قائم ہونے کے ہیں۔

"وَ اِسْتَقَامَةُ الْاِنْسَانِ لُزُوْمُهٗ الْمَنْهَجَ الْمُسْتَقِیْمَ"

استقامت اور دائمی خوشخبری:

دین پر یہ استقامت مومنوں کے لیے دائمی اور ابدی کامیابی کی نوید ہے، ارشاد ہوتا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ وَ لَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ

اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴾ [حٰمٓ السجدة: ۳۰تا۳۲]

''جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہی ہمارا رب اور پھر وہ (اِس کلمۂ توحید پر) ثابت قدم رہے، یقیناً اُن پر (رحمت کے) فرشتے نازل ہوتے ہیں اور اُن سے کہتے ہیں کہ ''نہ ڈرو، نہ غم کرو اور خوش ہو جاؤ اُس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ہم اس دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی، وہاں (جنت میں) جو کچھ تم چاہو گے تمھیں ملے گا اور ہر چیز جس کی تم تمنا کرو گے، وہ تمہاری ہو گی (ظاہر ہے کہ اہل جنت کی مرغوبات رب کی رضا کے مطابق ہوں گی) یہ ہے سامانِ ضیافت اُس ہستی کی طرف سے جو غفور اور رحیم ہے۔''

استقامت کا حصول کیسے؟

''اِستقامت'' یعنی دین پر ثابت قدمی اور مضبوطی کی راہ کیسے اور کس طرح ہو سکتی ہے، قرآن و سنت نے اس کی طرف بھی رہنمائی کر دی ہے۔

اقامتِ دین: امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

''اِقَامَةُ الشَّیْءِ'' (کسی چیز کی اِقامت) کا معنی اس کا پورا پورا حق ادا کرنے کے ہوتے ہیں ''اِقَامَةُ الشَی تَوفِيَةُ حَقِّهٖ'' قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے:

﴿ اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ﴾

''(مسلمانو!) اِس دین (یعنی اِسلام) کو قائم کرو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔'' [الشوریٰ: ۱۳/۴۲]

دین کو قائم کرنے کا مفہوم واضح ہے کہ تمہاری زندگی کا ہر ہر شعبہ خواہ وہ سیاسی ہو یا معاشرتی، معاشی ہو یا اقتصادی، انفرادی ہو یا اجتماعی شریعت حقہ کے مطابق ہو جائے ''اقامت دین'' سے زندگی امن اور سلامتی سے ہمکنار ہو گی اور یہی بات استقامت کا باعث بنے گی، اُن کو تفرقہ بازی سے سختی سے روک دیا گیا ہے۔

﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ﴾

[آلِ عمران: ۱۰۳/۳]

''مسلمانو!) سب مل کر اللہ کی رسّی (قرآن) کو مضبوطی سے تھام لو (اسکی تعلیمات کو حرزِ جاں بناؤ) اور تفرقہ میں نہ پڑو۔''

تفرقہ بازی تو مشرکین کا خاصہ ہے جس سے مسلمانوں کو باز رہنا چاہیے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴾

[الروم: ۳۰/۳۰تا۳۲]

''پس (اے نبی ﷺ اور نبی کے امتیو!) یک سُو ہو کر اپنا رُخ اِس دین کی سمت میں جما دو، قائم ہو جاؤ اُس فطرت پر جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے (یعنی فطرت اِسلام پر) پس اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ساخت میں تبدیلی نہ کی جائے، یہی بالکل راست اور دُرست دین ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں، (لوگو!) اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اور اس کا تقویٰ اختیار کرتے ہوئے، نماز کو قائم رکھو (پابندی وقت کے ساتھ سنت نبوی کے مطابق ادا کرو) اور اُن مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہوں میں بٹ گئے ہر گروہ اُس چیز پر جو اُس کے پاس ہے، مگن ہے۔''

اس آیہ مبارکہ نے دین کا صاف اور شفاف نظام پیش کر دیا ہے جس میں قطعی کسی قسم کا کوئی شک اور ابہام نہیں رہا ہے، ولوگ اِس صاف ستھرے نظام کو قبول نہیں کریں گے، وہ نہ تو اِقامتِ دین کی خدمت سرانجام دے سکتے ہیں اور نہ ہی انھیں دنیا اور آخرت میں کوئی عزت اور سربلندی ہی مل سکتی ہے، آج بحیثیت مجموعی امت مسلمہ میں اتحاد و اتفاق نہیں رہا ہے جس کی وجہ سے اس پر ذلت و اِدبار کی گھٹا چھا رہی ہے اور پاکستان میں بھی اسلامی نظام کے برپا نہ ہونے کی بھی یہی وجہ ہے کہ

یہاں پر دین پسند لوگوں میں الفت و محبت نہیں ہے، جب کہ رب کریم نے صراحت کے ساتھ بیان فرما دیا ہے۔

﴿ وَ اَطِیْعُوا اللّٰـهَ وَ رَسُوْلَـهٗ وَ لَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِیْحُكُمْ ﴾ [الانفال:۸/۴۶]

''(مسلمانو!) اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو اور آپس میں جھگڑا نہ کیا کرو ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔''

ہمارے اَسلاف کی عزت اور سربلندی ایمان واتحاد کی وجہ سے تھی اور ہماری ذلت ورسوائی اِسی بات کے فقدان کے سبب ہے ؎

تم ہو آپس میں غضبناک وہ آپس میں رحیم
تم خطا کار و خطابیں، وہ خطا پوش و کریم
چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوجِ ثریا پہ مقیم
پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلبِ سلیم

پھوٹ سے اس دنیا کی رسوائی وخواری کے علاوہ روزِ قیامت جس ذلت کا سامنا ہوگا، قرآن اِس کا ذکر اِن الفاظ میں کرتا ہے:

﴿ اِنَّ الَّـذِیْـنَ فَـرَّقُـوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعاً لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ اِنَّـمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴾ [الانعام:۶/۵۷]

''جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہوں میں بٹ گئے یقیناً (اے نبی ﷺ) آپ کا اُن سے کچھ واسطہ نہیں، اُن کا معاملہ تو اللہ کے سپرد ہے، وہی اُن کو بتائے گا کہ انھوں نے کیا کچھ کیا ہے۔''

مسلسل اور پیہم جدوجہد:

''استقامت'' اَحکامِ الٰہی پر سنت نبوی ﷺ کے مطابق مسلسل اور پیہم جدوجہد کا نام ہے اور رب کریم کی طرف سے کامیابی انہی کے حصے میں آتی ہے جو اس کی راہ میں لگا تار کوشش کرتے ہیں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَالَّـذِیْـنَ جَاهَـدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴾ [العَنْکبوت:۲۹/۶۹]

''(رب کریم کا ارشاد ہے) جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے (احکام الٰہی کو سنت نبوی کے مطابق ادا کرنے کی حتی المقدور کوشش کریں گے) انھیں ہم اپنے راستے دکھائیں گے اور اللہ ایسے نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔''

یعنی خلوص نیت سے احکام دین پر چلنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت اُن کے شامل حال رہتی ہے، وہ اُن کی رہبری اور دستگیری فرماتا ہے، اُس کا ارشاد ہے:

﴿ اَللّٰـهُ وَلِـیُّ الَّـذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ﴾ [البقرة:۲/۲۵۷]

''جو لوگ ایمان لاتے ہیں اُن کا حامی اور مددگار اللہ ہے، وہ اُن کو تاریکیوں سے روشنی میں نکال لاتا ہے۔''

اور اہل ایمان کے لیے تو پوری زندگی مسلسل جہاد ہے۔ جس کے ثمرات مرتب ہوتے ہیں، حکم ہوتا ہے:

''(اور زندگی بھر) اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے اُس نے تمھیں اپنے کام کے لیے (یعنی پیغامِ دعوتِ حق) چن لیا ہے اور دین میں تم پر تنگی نہیں رکھی، قائم ہو جاؤ اپنے باپ ابراہیم کی ملت پر، اللہ نے اپہلے بھی تمہارا نام ''مُسلِم'' رکھا تھا اور اِس (قرآن) میں بھی (تمہارا یہی نام ہے) تا کہ (روزِ قیامت) رُسول تم پر گواہ ہو (کہ انھوں نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا) اور تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ (کہ دینِ اسلام کو نسلِ انسانیت تک پہنچا دیا پس تمھیں چاہیے کہ نمازیں قائم کرو، زکوٰۃ دو، اور اللہ سے وابستہ ہو جاؤ، وہی تمہارا ولی اور مالک ہے پس کیا ہی اچھا مالک ہے اور کتنا ہی بہتر مددگار ہے۔'' (اور یہی استقامت کی راہ ہے۔)

[الحج:۲۲/۷۸]

پھر رب کریم کی مدد ثبات اور سلامتی اہل ایمان کو دنیا اور آخر میں ملتی ہے:

﴿ یُثَبِّتُ اللّٰـهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ

الدُّنْيَا وَ فِي اْلاٰخِرَةِ ﴾ [ابراهيم: ١٤/٢٧]

''ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ قولِ ثابت (کلمہ طیبہ) کی بنیاد پر دنیا اور آخرت، دونوں میں ثبات عطا کرتا ہے۔''

دل اور زبان کی حفاظت:

بندۂ مومن کے تمام اعضاء و جوارح احکامِ الٰہی کے مطابق استعمال ہوتے ہیں خاص طور پر دل اور زبان کی حفاظت کا وہ خیال رکھتا ہے اس حدیث شریف پر غور کیجیے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَسْتَقِيْمُ اِيْمَانُ عَبْدٍ حَتّٰى يَسْتَقِيْمَ قَلْبُهُ وَ لَا يَسْتَقِيْمُ قَلْبُهُ حَتّٰى يَسْتَقِيْمَ لِسَانُهُ، وَلَا يَدْخُلُ رَجُلٌ الجَنّةَ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَآئِقَهُ))

[احمد، رقم الحديث: ٣/١٩٨]

یعنی ''جب تک انسان کا دل سیدھا نہ ہو اس وقت تک اس کا ایمان بھی درست نہیں ہوتا، اور دل کی سلامتی، زبان کی سلامتی کے ساتھ وابستہ ہے اور وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جس کا پڑوسی اس کے شر اور ایذا رسانی سے محفوظ نہ ہو۔''

سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا أَصْبَحَ ابْنُ اٰدَمَ فَاِنَّ اَعْضَاءَهُ تُكَفِّرُ اللِّسَانَ تَقُوْلُ اتَّقِ اللّٰهَ فِيْنَا فَاِنَّكَ اِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا وَ إِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا))

[الترمذي، رقم الحديث: ٢٤٠٧]

یعنی ''ہر صبح کو انسان کے تمام اعضاء زبان کے آگے عاجزی کرتے ہیں کہتے ہیں اللہ کے لیے ہمارے بارے میں اس سے ڈر، اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اگر تو ٹیڑھی رہی تو ہم بھی ٹیڑھے رہیں گے۔''

دراصل انسان ''کلمہ طیبہ'' کا اقرار زبان سے کرتا ہے اور دل اُس کی تصدیق کرتا ہے اس لیے زبان اور دل کی حفاظت سے ''استقامت'' کا حصول ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب کرتے رہنا:

''استقامت'' حاصل کرنے کے لیے جہاں ''صوم وصلاۃ'' کی پابندی ضروری ہے تو اُس کے ساتھ ساتھ بندوں پر یہ بات لازم آتی ہے کہ اپنے رب کے حضور گریہ وزاری سے دعا ومناجات کا سلسلہ جاری رکھیں، اس سلسلے میں چند دعائیں پیش خدمت ہیں۔

ایمان پر ثابت قدمی کے لیے:

﴿ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِن لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴾ [آل عمران ٣/٨]

''اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد کج روی میں مبتلا نہ کیجیے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرماتے رہیے بلاشبہ آپ تو بے پایاں عطا کرنے والے ہیں۔

دنیا اور آخرت کی بھلائی کے لیے:

﴿ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي اْلاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ [البقرة: ٢/٢٠١]

''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی اچھائی نصیب فرمایئے اور آخرت میں بھی اچھائی سے بہرہ ور فرمایئے اور ہم کو عذابِ نار سے دور رکھیے۔''

اسلام پر دنیا سے رخصت ہونے کی تمنا:

﴿ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَاْلاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَاْلاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِماً وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴾

[يوسف: ١٢/١٠١]

''اے زمین و آسمان کے بنانے والے! آپ ہی دنیا اور آخرت میں میرے حامی اور سرپرست ہیں، میرا خاتمہ اِسلام پر کیجیے اور انجام کار مجھے صالحین کے ساتھ ملا دیجیے۔'' (اے میرے آقا ومولا! میری اس تمنا کو پورا فرما دیجیے)

شیطان کے نرغوں اور وسوسوں سے بچنے کے لیے:

﴿ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ

رَبِّ اَنۡ یَّحۡضُرُوۡنِ﴾ [المومنون:۲۳/۹۶-۹۷]

''اے رب! آپ کے ذریعے شیطان کے وسوسوں سے پناہ مانگتا ہوں اور اے رب! میں آپ کے ذریعے اس بات سے بھی پناہ مانگتا ہوں کہ وہ (شیاطین) میرے قریب پھٹکیں۔''

دین پر استقامت کے لیے:

((اَللّٰھُمَّ اھۡدِنِیۡ وَ سَدِّدۡنِیۡ۔))

[رياض الصالحين، كتاب الدعوات]

''اے اللہ! مجھے ہدایت عطا فرمائیے۔ اور اس ہدایت پر استقامت سے بھی نوازیے۔''

دلوں کو اطاعت کی طرف لے جانا:

((اَللّٰھُمَّ مُصَرِّفَ الۡقُلُوۡبِ صَرِّفۡ قُلُوۡبَنَا اِلٰی طَاعَتِكَ)) [حواله ايضاً]

''اے اللہ! اے دلوں کو پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دیجیے۔''

ہمیشہ رحمت کا طلبگار رہنا:

((اَللّٰھُمَّ رَحۡمَتَكَ نَرۡجُوۡ فَلَا تَكِلۡنَا اِلٰی اَنۡفُسِنَا طَرۡفَةَ عَیۡنٍ وَ اَصۡلِحۡ لَنَا شَاۡنَنَا كُلَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنۡتَ))

''اے اللہ! ہم آپ کی رحمت کے متلاشی ہیں ہمیں ہمارے نفسوں کے سپرد پل بھر کے لیے بھی نہ کیجیے، اور ہمارے تمام احوال سنوار دیجیے۔ آپ کے سوا ہمارا کوئی مشکل کشا نہیں ہے۔''

((اَللّٰھُمَّ اَلۡھِمۡنِیۡ رُشۡدِیۡ وَ اَعِذۡنِیۡ مِنۡ شَرِّ نَفۡسِیۡ))

[حواله أيضاً]

''اے اللہ! آپ میرے دل میں ہدایت ڈال دیں اور مجھے میرے نفس کی شرارتوں سے بچالیں۔''



گستاخِ رسول ﷺ کی شرعی سزا کے متعلق چند سوال اور جواب

مولانا عبید اللہ خاں عفیف

سوال: ڈنمارک، ناروے اور جرمنی وغیرہ کے حکم رانوں نے کہا ہے کہ قرآن قتل انسانی سے منع کرتا ہے۔ لہٰذا گستاخانہ خاکوں کے کارٹونسٹوں کے قتل کا مطالبہ قرآن کے احکام سے مطابقت نہیں رکھتا کیا ان حکم رانوں کا یہ موقف صحیح ہے؟

جواب: ڈنمارک، ناروے اور جرمنی وغیرہ کے ان حکم رانوں کا یہ موقف ازسرتاپا غلط ہے۔ اس میں صداقت نام کی کوئی شے موجود نہیں۔ قرآن بلاشبہ ناحق قتل انسانی سے نہ صرف منع کرتا ہے بلکہ اس کی روک تھام کے لیے قصاص کا قانون بھی پیش کرتا ہے۔

﴿وَ لَكُمۡ فِی الۡقِصَاصِ حَیٰوۃٌ یّٰۤاُولِی الۡاَلۡبَابِ﴾

[البقرة: ۱۷۹]

حتی کہ زخموں میں قصاص پیش کرنا۔

﴿وَ الۡجُرُوۡحَ قِصَاصٌ﴾ [المائدة:٤٥]

مگر یہ قتل انسانی کی ممانعت کا حکم اور قانون علی الاطلاق نہیں بلکہ مشروط ہے۔ یعنی جب کوئی شخص قرآن کی توہین کرتا ہے یا حامل قرآن کی گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا پہنچاتا ہے یا دین اسلام پر طعنہ زنی کرتا ہے تو وہ قرآن کے احکام اور نصوص کے مطابق واجب القتل ہے۔

جیسا کہ ائمہ کفر، مشرکین، معاندین اسلام اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے گستاخ انسانوں کو قرآن واجب القتل اور مباح الدم قرار دیتا ہے۔ تفصیل کا موقعہ ہے اور نہ فرصت سردست صرف دو آیات بطور نمونہ مشتے از خروارے پیش خدمت ہیں:

﴿وَ اِنۡ نَّکَثُوۡۤا اَیۡمَانَہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ عَہۡدِہِمۡ وَ طَعَنُوۡا فِیۡ دِیۡنِکُمۡ فَقَاتِلُوۡۤا اَئِمَّۃَ الۡکُفۡرِ﴾ [التوبة:۱۲]

''اور اگر عہد کر کے یہ لوگ اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور تمہارے دین (اسلام) پر طعنہ زنی کریں (اسلام کی توہین یا قرآن یا رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کریں) تو کفر کے ان پیشواؤں سے جنگ لڑو۔''

امام المفسرین ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

ای عابوه انتقصوه ومن ههنا اخذ قتل من سب الرسول ﷺ او من طعن فی دین الاسلام او ذکره بنقص۔ [تفسیر ابن کثیر، سورة توبة:۱۲، ص:۳٤٦]

''کہ جب کفر کے لیڈر اسلام میں عیب چینی کریں اور تنقیص کے مرتکب ہوں تو ان سے جنگ کرو۔''

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ جو بھی رسول اللہ ﷺ کو گالی دے یا اسلام پر طعن کرے یا اس میں نقص نکالے تو وہ نام نہاد مسلمان ہو یا کافر، مرد ہو یا عورت، مغربی ہو یا مشرقی، جنوبی ہو یا شمالی، لیڈر ہو یا حکمران، واجب القتل مباح الدم اور اس کا قتل ہدر اور رائیگاں ہے۔

﴿فَاِذَا انۡسَلَخَ الۡاَشۡہُرُ الۡحُرُمُ فَاقۡتُلُوا الۡمُشۡرِکِیۡنَ حَیۡثُ وَجَدۡتُّمُوۡہُمۡ وَ خُذُوۡہُمۡ وَ احۡصُرُوۡہُمۡ وَ اقۡعُدُوۡا لَہُمۡ کُلَّ مَرۡصَدٍ﴾ [التوبة:٥]

''پھر جب امان کے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل

کرو، اور پکڑو ان کو ان کا گھیراؤ کرو اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو۔'' بالفاظ دیگران کا جینا دوبھر کردو۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ای من الارض وهذا عام المشهور تخضیعه، بتحريم القتال فی الحرم۔ [تفسیر ابن کثیر، ج:۲، آیت:۵، ص:۳٤۳]

''کہ امان کے مہینوں کے بعد مشرکوں کو جہاں بھی پاؤ قتل کرنے میں دریغ نہ کرو مگر مسجد حرام کے پاس۔ جب تک وہ مسجد حرام کے پاس رہیں تم ان سے جنگ نہ کریں۔ ورنہ بصورتِ دیگر وہاں بھی ان کو تہہ تیغ کرو۔''

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت شریفہ کا مطلب یہ ہے کہ ان مشرکوں سے صرف میدانِ جنگ میں لڑنا ہی کافی نہیں بلکہ جس طریقہ سے تم ان پر قابو پا کر انھیں قتل کر سکتے ہو، قتل کرو۔[تفسیر کبیر]

قرآنِ مجید کی پہلی آیت سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ اگر کوئی ذمی شخص دین اسلام میں طعنہ زنی کا مرتکب ہوگا تو اس کا عہد ذمہ کالعدم ہو جاتا ہے اور اس سے جنگ لڑنے کا ہمیں حکم ہے اور یہ امر ہر قسم کے شک وشبہ سے کہیں بالاتر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے سے بڑھ کر دین اسلام میں کوئی طعن نہیں۔ کیوں کہ اس سے شریعت کی توہین اور اسلام کی ہتک ہوتی ہے۔

صاحب سیف وقلم امام ابن تیمیہ حرانی رقم طراز ہیں:

ان الذمی اذا سب الرسول او سب اللّٰہ او رعاب الاسلام علانية ۔ [الصارم المسلول، ص:١٦]

''اگر کوئی ذمی شخص اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کو گالی دے یا علانیہ اسلام میں عیب نکالے تو اس نے اپنی قسم کو توڑ دیا اور ہمارے دین میں طعنہ زنی کا مرتکب ٹھہرا تو اس کو بلا کسی اختلاف اور نزاع کے سزا دی جائے گی اور اس کی تادیب کی جائے گی۔''

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید رقم طراز ہیں:

واما الشافعی فالمنصوص عنه نفسه ان عهده ینتقض بسب النبی ﷺ وانه یقتل ۔ [الصارم المسلول]

''امام شافعی کے نزدیک نبی ﷺ کو گالی دینے سے معاہدہ ٹوٹ جاتا ہے۔ لہٰذا اگر ذمی رسول اللہ ﷺ کو گالی دے تو اس کو قتل کیا جائے گا۔''

امام ابن قیم رحمہ اللہ ایک مقام پر بحث کرتے ہوئے تصریح فرماتے ہیں:

فيها تعيين قتل الساب لرسول الله ﷺ وان قتله حد لا بد من استيفائه فان النبی ﷺ لم یؤمن مقيس بن ضبابة وابن ختل وهاتين الجاريتين واهدر دم ام ولد الاعلى لها قتلها سيدها لاجل سبها النبی ﷺ ۔ اخرجه ابوداؤد فی الحدود والنسائی فی تحريم الدم من حديث ابن عباس سنده قوی۔ [زاد المعاد، ج:٣، ص:٤٣٩ و ٤٤٠ وقال ابن حجر فی بلوغ المرام رجاله ثقات]

''یہ طے اور متعین ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے والے کی سزا قتل ہی ہے اور یہ تعزیر نہیں بلکہ حد ہے جس پر عمل کرنا فرض اور ضروری ہے۔ کیوں کہ نبی ﷺ نے مقیس بن ضبابہ ابن خطل اور ان دو لونڈیوں کو جو رسول اللہ ﷺ کی ہجو کرتی تھیں، کو قتل کرا دیا۔ حالاں کہ شریک جنگ کافروں کی عورتیں قتل کرنے کی شرعاً اجازت نہیں جیسے کہ بچوں کو قتل نہیں کیا جاتا۔''

آخر میں دو احادیث بھی پڑھتے چلیے:

عن ابن عمر رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال امرت ان اقاتل الناس حتى يشهدوا ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله ويقيموا الصلوة ويؤتوا الزكوة ۔ [صحیح بخاری، ج:١، ص:٨]

"کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک برسرِ پیکار اور معرکہ آراء رہوں جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ ﷺ کی صدقِ دل سے گواہی نہ دیں اور نہ نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دینے نہ لگ جائیں۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: من سب نبیا قتل ومن سب اصحابه جلد۔ [رواہ الطبرانی فی الصغیر، ج:۱، ص: ۲۳۶]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی ایک نبی کو گالی دے اسے قتل کر دیا جائے اور جس نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو گالی دی اس کو درے لگائے جائیں۔"

خلفائے راشدین اور صحابہ کا اجماع:

اس بات پر خلفائے راشدین اور تمام صحابہ کا اجماع ہے کہ گستاخِ رسول واجب القتل اور مباح الدم اور اس کا قتل ہدر اور رائیگاں ہے۔ یعنی اس کے قصاص میں قاتل کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ چناں چہ امام ابن قیم رقمطراز ہیں:

هذا اجماع من الخلفاء الراشدين ولا يعلم لهم في الصحابة مخالف۔ [زاد المعاد، ج:۳، ص: ۴۴۰]

ائمہ اربعہ کا فتویٰ:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی کتاب الصارم المسلول میں ارقام فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی ذات وصفات کا گستاخ اور آپ کے لتے لینے والا اور گالی بکنے والا اگرچہ مسلمان ہو یا کافر بالاتفاق علمائے اسلام کے نزدیک قتل کیا جائے گا اس میں کوئی بھی مخالف نہیں۔ ائمہ اربعہ مالک، ابوحنیفہ، شافعی، احمد بن حنبل اور دوسرے ائمہ کا یہی مذہب اور فتویٰ ہے۔

قرآنِ مجید کی مذکورہ بالا دونوں آیات، حدیث رسول، خلفائے راشدین، تمام صحابہ، ائمہ اربعہ، سلف وخلف کی تفسیر اور توضیح سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے والا دین اسلام میں عیب نکالنے والا اور قرآن کی توہین کرنے والا رسول اللہ ﷺ کے توہین آمیز خاکے چھاپنے والا کسے باشد مسلمان ہو یا کافر، مرد ہو یا عورت واجب القتل اور مباح الدم ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ محققین اور اسلامی قوانین کے غواص ایسے بدنصیب کو توبہ کی مہلت دینے کے بھی قائل نہیں۔ لہٰذا ڈنمارک، ناروے، ہالینڈ وغیرہ ملکوں کے حکم رانوں کے اس ادعاء میں قطعاً کوئی صداقت نہیں کہ قرآن مطلق انسانی قتل کے خلاف ہے۔ اگر انھوں نے اسلامی قوانین اور حدود کا مطالعہ کیا ہوتا تو اس مغالطے کا شکار نہ ہوتے۔ هذا ما عندي والله تعالى اعلم بالصواب

سوال: کیا رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین نے کسی گستاخِ رسول کو قتل کیا تھا؟

جواب: جی ہاں، عبداللہ بن خطل اور اس کی دو لونڈیوں کو قتل کرا دیا تھا کہ وہ اپنے گیتوں میں رسول اللہ ﷺ کی ہجو کرتی تھیں۔ اسی طرح حویرث بن نقیذ کو بھی آپ ﷺ نے قتل کروا دیا تھا کہ وہ آپ ﷺ کی ہجو کا مرتکب ہوا تھا۔ [صحیح بخاری، حاشیہ نمبر: ۸، ص: ۶۱۴]

اسی طرح کعب بن اشرف یہودی کو قتل کرا دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کو ایذا دیتا تھا اور ہجو کرتا تھا۔

[صحیح بخاری، ج:۲، ص: ۵۷۶]

اور ابورافع عبداللہ بن ابی الحقیق کو قتل کروا دیا تھا کہ وہ رسول اللہ کو گالیاں بکتا اور آپ ﷺ کے دشمنوں کا تعاون کرتا تھا۔ اسی طرح مقیس بن ضبابہ کو بھی آپ ﷺ کے حکم سے قتل کیا گیا اور نابینا صحابی نے اپنی لونڈی کو قتل کر دیا تھا۔ غرضیکہ ایسے اور بھی بہت سے بدنصیب ہیں کہ جنھیں رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے کی پاداش میں قتل کر دیا گیا اور یہ عمل آج تک پیہم چلا آ رہا ہے۔ اسی طرح عصماء بنت مروان اور انس بن زنیم دیلمی۔

سوال: مسلمانانِ عالم تحریک تحفظ ناموسِ رسالت مآب ﷺ کے

سلسلہ میں جو مختلف انداز میں سراپا احتجاج ہیں کیا یہ مظاہرے، دھرنے اور جلوس شرعاً جائز ہیں؟

جواب: تحفظ ناموسِ رسالت کے لیے موجودہ جلوس، دھرنے، ہڑتالیں اور مظاہرے موجودہ جمہوری اور معروضی حالت میں شرعاً جائز لگتے ہیں۔ مشہور عام صحیح حدیث ہے جس سے جواز کسی حد تک ممکن لگتا ہے۔ آپ نے فرمایا:

من رای منکم منکرا فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه وذلك اضعف الایمان ۔ [رواه مسلم عن ابی سعید الخدری، مشکوٰة، ص:٤٣٦]

''کہ تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے تو اس کو زور بازو کے ساتھ ختم کرے اگر اس کے بازو میں اتنی طاقت نہ ہو تو زبان کے ساتھ اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرے اور اگر صدائے احتجاج کی طاقت اور اجازت نہ ہو تو کم از کم دل سے اس برائی کو برا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان کی علامت ہے۔''

اور یہ بات عیاں راچہ بیاں کی مکمل مصداق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات کے انکار کے بعد رسول اللہ ﷺ کی ذات والا صفات کی گستاخی، اسلام اور قرآن کی توہین اکبر المنکرات اور تمام برائیوں سے بڑی برائی ہے۔

لہٰذا اس برائی کے خلاف مسلمانوں کا یہ احتجاج اور اشتعال و ہیجان ان کی حب رسول ﷺ اور قومی غیرت کا اظہار نہ صرف فطری اور طبعی امر ہے بلکہ روشن ضمیر مسلمانوں کے ایمان کی شناخت اور پہچان بھی ہے۔ اگر یہ پوری طرح اسلامی احکام کے تابع ہو تو غیر جانبدار لوگوں کے دل جیتنے کا باعث بھی بن سکتا ہے۔

یہ توہین آمیز خاکے اور قرآن کی بے ادبی کے واقعات کوئی اتفاقی حادثہ نہیں بلکہ یہ اس طے شدہ پلان کا حصہ ہیں جس کے ذریعے اہل توحید کی اسلامی غیرت، ملی جذبات اور حب رسول، سیاسی صلاحیت اور حربی قوت کا جائزہ لینے کے لیے اسلام اور رسول اللہ ﷺ فداہ ابی وامی وروحی واولادی، کے توہین آمیز خاکے بار بار شائع کیے جارہے اور فلمیں نشر کی جارہی ہیں تاکہ یہ پتا چلے کہ مسلمانانِ عالم کتنے پانی میں ہیں اور مناسب وقت پر اسلام اور عالم اسلام پر ہمہ جہتی شب خون مار کر ان کی افرادی قوت کمزور کردی جائے۔ ان کے ملکوں کو اپنی کالونیاں بنالیں اور حرمین شریفین پر قبضہ جمالیں۔ یعنی یہ فری میسن اور صہیونی تحریک کی ابتدائی کاروائی بطور ٹیسٹ کے لگتی ہے۔ لہٰذا ان توہین آمیز خاکوں کے خلاف اہل توحید، غیور مسلمانوں اور رسالت کے پروانوں کے یہ جلوس، دھرنے، ہڑتالیں اور مظاہرے چوں کہ جمہوری دور میں صدائے احتجاج کے مختلف انداز اور مظاہر ہیں اس لیے الضرورات تبیح المحظورات کے تحت یہ نہ صرف شرعاً جائز ہیں بلکہ مسلمانوں کا ملی، شرعی، آئینی، قانونی اور اخلاقی فریضہ ہے اور بقائے باہمی کے اصولوں کے عین مطابق ہے۔ مگر توڑ پھوڑ کے ہم حامی نہیں یہ ملکی املاک کا اتلاف ہے جس کی تائید نہیں کی جاسکتی۔

سوال: آپ کے نزدیک اس نازک اور شرعی مسئلہ کا کامیاب حل کیا ہے؟ [مزمل حسین خاں، رحمت ٹاؤن، فیصل آباد]

جواب: سوال نمبر۳ کے جواب میں ہم لکھ چکے ہیں امریکا میں قرآن کی بے ادبی کے دلدوز واقعات اور ڈنمارک، اٹلی، جرمنی، ہالینڈ، فلپائن، فرانس اور دوسرے مغربی ممالک کی طرف سے بے لگام صحافت اور آزادیٔ اظہار رائے کے بہانہ رسول اللہ ﷺ کی توہین پر مبنی روح فرسا خاکے کوئی اتفاقی حادثہ نہیں بلکہ امت مسلمہ کی اسلامی حمیت، دینی عصبیت، قومی غیرت اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت، عقیدت، شیفتگی، وابستگی اور قرآنِ مجید کی صداقت، اس کی تلاوت اور اس کے جہادی احکام کے ساتھ گرویدگی اور وارفتگی کی بنیادوں کی مضبوطی اور گہرائی کا ٹیسٹ کیس ہے۔ اگر یہ بنیادیں کھوکھلی اور ناپائیدار ثابت ہوں تو مناسب وقت پر اپنی حربی قوتوں کو یکجا کر کے عالم اسلام پر ہمہ جہتی کاری ضرب لگا کر مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے اوجھل کردیں یا علی الاقل ان کو سیاسی لحاظ سے مفلوج اقلیت بنادیں۔ اسلام کے دونوں مرکزوں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ حرسہا اللہ عن شر المعاندین پر قبضہ عالم اسلام اور

دوسرے مسلمان ملکوں کو اپنی نوآبادیات بنالیا جائے۔

فری میسن اور صہیونی تحریکیں مسلمانوں کی بیخ کنی جیسے غیر انسانی اور ناپاک مقاصد کے حصول کے لیے انڈر گراونڈ سازشوں کا تانا بانا تیار کرنے میں شبانہ روز مصروف چلی آ رہی ہیں اور ہماری شکست و ریخت کی قرارداد پاس ہو چکی ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ امریکا اقوامِ متحدہ میں ستتر سے زیادہ ویٹو کر چکا ہے اور ان میں پچپیس ویٹو وہ ہیں جو اسرائیل کے حق میں فلسطین کے خلاف کی گئی ہیں۔ جب کہ چیچنیا کے مظلوم مسلمانوں کی نہ اقوامِ متحدہ نے کوئی مدد کی اور نہ پوپ نے ان کی درخواست کی طرف کوئی توجہ دی۔ لہٰذا مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ مجلس اقوامِ متحدہ اور سلامتی کونسل دونوں اسلام اور مسلمانوں کے مقتل ہیں اور سامراجی سفاکوں، استعماری قزاقوں، صہیونی غارت گروں، ماسونی شاطروں اور امریکی دہشت گردوں کے دستی رومال ہیں۔ اس تناظر میں یہ ہڑتالیں، دھرنے اور مظاہرے اپنی تمام تر افادیت باوجود اس دینی، شرعی اور حساس ترین ملی اور قومی مسئلہ کا مستقل اور پائیدار حل نہیں ہے ان کو مسئلہ کا حل سمجھ لینا شتر مرغ کی سوچ تو ہوسکتی ہے مگر عاقبت اندیش اور علیم وبصیر مسلمان کی یہ سوچ ہرگز نہیں کیوں کہ ۔

چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی گردوں سے
عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں

ہمارے نزدیک اس مسئلہ کے مستقل اور پائیدار حل کے لیے یکے بعد دیگرے حسب ذیل اقدامات جس قدر جلد ممکن ہوں اٹھانے لازمی اور ناگزیر ہیں۔

① ...... اقوامِ متحدہ اور سلامتی کونسل امریکا سمیت پانچ ملکوں کی لونڈیاں ہیں۔ ان میں شنوائی کی اگرچہ کوئی امید نہیں تاہم اقوامِ متحدہ کے یونیورسل ڈیکلریشن آف ہیومن رائیٹس اور انٹرنیشنل لاز کے حوالہ سے اقوامِ متحدہ کو اچھی طرح جھنجوڑا جائے یعنی سب سے پہلے اقوامِ متحدہ کے تمام مسلمان ارکان اس قدر منظم اور بھرپور مطالبہ کریں کہ وہ اپنے چارٹوں کے مطابق اسلام سمیت تمام رائج مذاہب، ان کی کتابوں اور ان کے انبیاء کے ناموس کے تحفظ کے لیے تقریری قانون سازی پر مجبور ہوجائے۔

② ...... اگر اقوامِ متحدہ اس پر تیار نہ ہو تو پھر سلامتی کونسل اور دوسرے بین الاقوامی اداروں پر دستک دی جائے۔ اگر وہاں بھی کامیابی نہ ہو تو پھر نہ صرف ان نام نہاد امن اداروں کا مکمل بائیکاٹ کر کے امریکا، اٹلی، ڈنمارک، جرمنی، فلپائن، ناروے اور حامی ملکوں کے سفارت خانے بند کر دیئے جائیں اور اپنے سفیروں کو واپس بلا کر ان سے کیے گئے تمام سیاسی، اقتصادی معاہدات کو کالعدم قرار دے کر اپنا الگ اسلامی بلاک اور تجارتی منڈی قائم کی جائے۔

③ ...... ان ملکوں کو تیل کی سپلائی بند کر دی جائے۔ عالم عرب کے تمام سرمایہ دار شیوخ اور دوسرے تمام مسلمان ملکوں کے سرمایہ دار امریکا، سوئٹزرلینڈ اور دوسرے مغربی ملکوں کے بینکوں سے اپنا سرمایہ نکال کر اپنا بین الاقوامی اسلامی بینک قائم کر کے اپنے پاؤں پہ کھڑا ہونے کی کوشش کریں۔ اللہ کا دیا ہمارے پاس سب کچھ وافر موجود ہے۔ یہ کوئی انہونا کام نہیں۔ ضرورت صرف اسلامی عصبیت، دینی حمیت، ملی غیرت، اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غیر مشروط مگر مخلصانہ محبت اور توکل علی اللہ کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم سے دولت ہمارے پاس موجود ہے۔ ڈاکٹر عبدالقدیر جیسے کہنہ مشق ایٹمی سائنس دان موجود ہیں، بین الاقوامی شہرت کے مالک وکلاء، جج، سفراء، دانش ور، صحافی اور حربی پالیسی ساز، تجربہ کار اور گھاگ جرنیل اور لاکھوں کی تعداد میں مسلم مسلح افواج، ایٹم بم اور میزائل موجود، اور مزید تیار کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ لہٰذا اقوام متحدہ کے مقابلہ میں مسلم امہ کے روشن مستقبل کے لیے مالی، اخلاقی اور جانی قربانی سے دریغ نہیں ہونا چاہیے۔ اگر امت مسلمہ ایسا نہیں کرتی تو پھر مسلمان حکمران، فرمانروا، لیڈر، جنرل اور سرمایہ دار یاد رکھیں کہ اگر وہ اپنے اقتدار اور سرمایہ کی خاطر ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے مندرجہ بالا اقدامات کرنے کے لیے تیار نہیں تو ان کے اقتدار کو بھی دوام نہیں۔

کہاں مسلمانی سلطنت کی شان وشوکت، کہاں ہیں قیصر وکسریٰ کی حکومتیں، کہاں ہیں سارے ہندوستان پر حکومت کرنے والے مغل حکمران؟ جب وہ خودمختار حکمران نہیں رہے تو آپ جو امریکا وغیرہ مغربی ملکوں کی مہیا کردہ بیساکھیوں کے سہارے اقتدار میں ہرگز نہیں رہ سکتے اوران کی یہ ہوس اقتدار، ان کی عیش وعشرت ان کو دنیا میں ذلت وخواری سے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ہرگز بچا نہ سکے گی۔

حاصل کلام یہ کہ اسلام کا فروغ واستحکام اور ناموس رسول ﷺ کے تحفظ کا پائیدار اور کامیاب حل صرف جہاد فی سبیل اللہ میں مضمر ہے اور جہاد کے لیے مسلمانانِ عالم کا باہمی اتحاد اسلامی بلاک، اسلامی بینک کا قیام، بعجلت تام از بس ضروری اور ناگزیر ہے۔ لہٰذا اسلامی بلاک بنا کر اپنے تمام مالی سیاسی اور ایٹمی وسائل یکجا کر کے دشمن کے حملے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ پھر دیکھئے اللہ تعالیٰ کی نصرتیں اور غیبی امداد کس طرح غازیانِ اسلام کا استقبال اور قدم بوسی کرتی ہیں۔

﴿ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ﴾

ڈاکٹر اقبال بھی مسلمانانِ عالم سے یہی مطالبہ کرتے وفات پا گئے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
کشمیر کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

ہر درد مند دل کو رونا یہ میرا رولا دے
بے ہوش جو پڑے ہیں شاید انھیں جگا دے

اللھم اعز الاسلام والمسلمین حیثما کانوا مشارق الارض ومغاربھا .

ایں دعا از من جملہ جہاں آمین باد

دادیم نشاں ز گنج مقصود ترا
ما گر نہ رسیدیم تو شاید برسی

❀❀..........❀..........❀❀

''قرآنِ مقدس'' اور ''بخاری محدث'' کا نام نہاد مصنف
بزعم خود ''علامہ'' اور ''امام انقلاب'' احمد سعید ملتانی گرفتار

گوجراں والا سے ہمارے جماعتی ساتھی ابوالاحتشام امیر حمزہ حماد طور نے ٹیلی فون پر اطلاع دی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ اوران کی صحیح بخاری شریف پر ایک نہایت قابل اعتراض، دل فگار اور قابل مواخذہ کتاب ''قرآنِ مقدس اور بخاری محدث'' کے مصنف بزعم خود ''علامہ''، ''امامِ انقلاب اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان راولپنڈی'' کے شاگرد رشید کو گزشتہ دنوں سرگودھا کے علاقے سے ایک جلسے میں دورانِ تقریر گرفتار کرلیا گیا ہے۔

اس کتاب کے منظر عام پر آنے کے بعد گوجراں والا کی جماعت اہل حدیث نے مصنف کتاب اوراس کے ناشر مولوی منظور معاویہ (خادم مرکزی اشاعت التوحید والسنہ خطیب مسجد علی کاشف پارک کھیالی بائی پاس گوجراں والا) کے خلاف مقامی پولیس اسٹیشن میں پرچہ درج کروایا تھا۔ مولوی منظور معاویہ تو جلد ہی گرفتار کرلیا گیا تھا اوراس کی کتاب بھی ضبط ہوگئی تھی لیکن مولوی احمد سعید ملتانی مفرور تھا۔ روزی روٹی کے سلسلے میں ایک غیر مشتہر جلسے پر سرگودھا کے علاقے سے اس حضرت کو بھی گرفتار کرلیا گیا ہے۔ چوں کہ مقدمہ گوجراں والا کی جماعت اہل حدیث نے درج کرایا تھا اس لیے مولوی احمد سعید ملتانی کو گوجراں والا کی سنٹرل جیل میں بند کردیا گیا ہے۔ اسلام اور عالم اسلام میں جس طرح نبی پاک ﷺ کی ذاتِ اقدس ومقدس اور معزز ومحترم ہے اسی طرح صحیح الکتب بعد کتاب اللہ الجامع الصحیح البخاری بھی بلا اختلاف مسلک سب مسلمانوں کے لیے معزز ومحترم ہے۔

ہمارا گوجراں والا کی انتظامیہ سے بھرپور مطالبہ ہے کہ اس گستاخ مصنف کے خلاف قانون کے مطابق کوئی ایسی سزا مقرر کرے کہ آئندہ کسی دل جلے کو اس طرح کی کتاب لکھنے کی جرأت نہ ہوسکے۔ ڈنمارک وہالینڈ اگر گستاخ کارٹون بنائیں تو پوری ملت اسلامیہ کے دل دکھیں اگر ایسی گستاخی کوئی باسی دماغ مولوی کردے تو اُس کا علاج بھی ''شافی'' ہونا چاہیے۔ [محمد سلیم چنیوٹی]

فوائد الایمان

قاری ذکاء اللہ، حافظ آبادی

اجروثواب کا ذریعہ:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ [البقرة: ٦٢]

''جو بھی اللہ پر ایمان لائے روزِ آخرت پر اور نیک عمل کیا پس ان کے لیے اجر ہے۔ ان کے ربّ کے پاس نہ خوف ہوگا ان پر اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔''

''خوف'' یہ آنے والی مصیبت پر بولا جاتا ہے جب کہ ''حزن'' گزشتہ مصیبت پر بولا جاتا ہے۔ یعنی وہ لوگ جنھوں نے اپنی زندگی احکاماتِ الٰہیہ پر عمل پیرا ہو کر گزاری، اب مرنے کے بعد ان پر کسی قسم کا خوف نہیں ہوگا۔ بلکہ ان کے لیے تو اللہ رب العزت کے ہاں بہترین ضیافت کا انتظام ہے۔ اسی طرح جو کچھ دنیا میں وہ چھوڑ آئے مال واولاد وغیرہ ان کے بارے میں بھی کسی قسم کا غم نہ ہوگا۔ بلکہ دنیوی مصائب ومشکلات کا خاتمہ ہو چکا ہے اور اب ان کے لیے ابدی سعادت ہے۔ اسی معنی کی تائید اللہ ربّ العزت کے ان فرامین سے بھی ہو جاتی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ [يونس: ٦٢]

''یاد رکھو بے شک جو اللہ کے دوست ہیں نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔''

ایک دوسرے مقام پر یوں فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ [حم سجده: ٣٠]

''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا ہمارا ربّ اللہ ہے پھر اس پر ثابت قدم رہے، ان پر (یہ کہتے ہوئے) فرشتے نازل ہوتے ہیں نہ ڈرو اور نہ ہی غم کرو اور اس جنت کی بشارت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔''

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے سورۃ حم سجدہ کی تلاوت کی جب اس آیت پر پہنچے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ [حم سجده: ٣٠]

''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا ہمارا ربّ اللہ ہے پھر اس پر ثابت قدم رہے، ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔'' تو ٹھہرے (یعنی وقف کیا) اور کہا: ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جب اللہ ربّ العزت مومن آدمی کو قبر سے اٹھائے گا تو اسے وہ دونوں فرشتے ملیں گے جو اس کے ساتھ دنیا میں رہتے تھے اور اسے کہیں گے: نہ تو ڈر، اور نہ ہی غم کر۔

﴿وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾

''اور تم اس جنت کی بشارت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔'' [حم سجده: ٣٠]

مزید فرمایا (یعنی ثابت رضی اللہ عنہ نے) کہ اللہ ربّ العزت نے اس کے خوف کو دور فرما کر اس کی آنکھ کی ٹھنڈک بنا دیں گے، پس کتنی عظمت ہے، (ایک مومن کی) کہ لوگ روزِ قیامت (مشیت الٰہی) کی وجہ سے ڈریں گے جب کہ وہ مومن کی آنکھ کی ٹھنڈک ہوگی، (یہ اس لیے ہے) وہ دنیا میں نیک عمل کرتا تھا۔ اللہ ربّ العزت نے اسے ہدایت دی۔ [ابن كثير: ١٢ / ٢٣٧۔ وعزاه السيوطي في الدر المنثور الى ابن منذر وابن

ابی حاتم: ٥/ ٦٨٣۔ اسناده حسن، وفی سنده جعفر بن سلیمان تکلم فیه بعضهم من قبل مذهبه فی التشیع ووثقه جماعة]

زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ (فرشتے) مومن بندے کو اس کی موت کے وقت اور قبر میں اور جب اسے قبر سے اٹھایا جائے گا، خوشخبری دیں گے۔ [ابن کثیر: ١٢/ ٢٣٧]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة: ١٠٣]

''اور اگر وہ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو البتہ جو ثواب اللہ کے پاس سے ملتا وہ کہیں بہتر تھا۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [آل عمران: ٥٧]

''اور رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے سو (اللہ ربّ العزت) پورا پورا دے گا ان کو ان کا اجر اور اللہ ربّ العزت ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔''

یعنی دنیا و آخرت میں اللہ ربّ العزت انھیں ان کے ایمان و عمل صالح کے عوض جزا عطا فرمائیں گے۔ دنیا میں مصائب ومشکلات سے نجات ودشمنوں کے مقابلہ میں نصرت، فتح کی صورت میں جب کہ روزِ قیامت جنتوں کی صورت جزا عطا فرمائیں گے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَ اَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ وَ سَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء: ١٤٦]

''مگر وہ لوگ جنھوں نے توبہ کرلی، اور اصلاح کرلی، اور اللہ ربّ العزت کی (رسی کو) مضبوطی سے تھام لیا اور اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کرلیا۔ پس ایسے لوگ مومنوں کے ساتھ ہوں گے، اور عنقریب اللہ ربّ العزت اہل ایمان کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ لَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [النساء: ١٥٢]

''وہ لوگ جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور انھوں نے ان میں ایک دوسرے کے درمیان فرق نہیں کیا، یہی وہ لوگ ہیں کہ ضرور دے گا اللہ ربّ العزت ان کو ان کے اجر اور ہے اللہ ربّ العزت بخشنے والا مہربان۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَ يَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ﴾ [النساء: ١٧٣]

''سو وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے تو اللہ ربّ العزت انھیں ان کے اجر پورے پورے دے گا اور انھیں اپنے فضل سے مزید عطا فرمائے گا۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَ يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ﴾ [الاسراء: ٩]

''بے شک یہ قرآن ایسی راہ دکھاتا ہے جو بالکل ہی سیدھی ہے، اور مومنین کو بشارت دیتا ہے جو نیک کام کرتے ہیں کہ بے شک ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴾ [التین: ٦]

''مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے پس ان کے لیے بے انتہا اجر ہے۔''

یعنی وہ لوگ جو اپنی زندگی پارسائی میں گزار دیتے ہیں۔ ان کے

لیے نہ ختم ہونے والا دائمی اجروثواب ہے۔ایک حدیث میں نبی کریم نے عمل صالح کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا:

اذا بلغ المؤمن من الکبر ما یعجز عن العمل کتب له ما کان یعمل۔

''جب مومن (بندہ) بڑھاپے کو پہنچ جائے اور عمل صالح کرنے سے عاجز ہو جو وہ (پہلے) کرتا تھا وہی اس کے لیے لکھ دیا جاتا ہے۔'' [السراج المنیر: ۸/ ۳۷۹ للخطیب الشربینی]

بخاری میں یہ روایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بایں الفاظ مروی ہے:

اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ اَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهٗ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيْمًا صَحِيْحًا۔ [بخاری، کتاب الجہاد والسیر، رقم الحدیث: ۲۹۹۶ مسند احمد: ۱۹۱۸۰]

''جب بندہ بیمار ہو، مسافر ہو تو اس کے لیے وہی کچھ لکھ دیا جاتا ہے جو وہ تندرستی میں اور حالت حضر میں کرتا تھا۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ِالْحُسْنٰی ۚ وَ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴾ [الکھف: ۸۸]

''اور جو کوئی ایمان لائے اور نیک کام کرے تو اس کے لیے اچھی جزا ہے اور ضرور کہیں گے ہم اس سے اپنے احکام کے سلسلے میں نرم (بات)۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَ الشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَ نُوْرُهُمْ ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴾ [الحدید: ۱۹]

''وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے وہی لوگ صدیق اور شہداء ہیں۔اپنے ربّ کے نزدیک ان کے لیے اجر اور ان کا نور ہے۔اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخی ہیں۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴾

''اور مومنین کو خوشخبری دے دیجیے کہ ان کے لیے اللہ ربّ العزت کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔'' [الاحزاب: ۴۷]

درجِ ذیل آیت کریمہ میں فضل کبیر سے مراد اجر عظیم ہے۔

[دیکھئے تفسیر القاسمی المسمی محاسن التاویل: ۸/ ۹۰]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰی لَهَا سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴾ [الاسراء: ۱۹]

''اور جو آدمی آخرت کا خواہش مند ہو، اور اس کے لیے کوشش کرے جو کوشش ضروری ہے اور ہو بھی وہ مومن، پس یہی لوگ ہیں جن کی کوشش مقبول ہے۔''

ایک دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَ اِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴾ [الانبیاء: ۹۴]

''پس جو شخص نیک کام کرے اور ہو بھی وہ مومن تو اس کی محنت کی ناقدری نہ ہوگی، اور یقیناً ہم اس کو لکھ رہے ہیں۔''

یعنی جو آدمی بھی اپنی زندگی کو صحیح اسلامی اصولوں کے مطابق گزارے، اس کا مطمح نظر صرف وصرف آخرت ہے کہ بس وہ بہترین جگہ ہے۔ پھر اس کے لیے محنت وکوشش بھی کرنا ہے۔اب یوں نہیں کہ آخرت کے لیے کی ہوئی اس کی جدوجہد رائیگاں جائے گی بلکہ عنداللہ تو یہ آدمی مقبول ہے ذرہ برابر بھی ظلم نہیں ہوگا اور اس کی محنت بھی قابل تشکر ہے، جس کا صلہ اسے روزِ جزا جنت کی صورت میں ملے گا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴾ [الکھف: ۷]

''یقیناً ہم اس آدمی کے اجر کو ضائع نہیں کرتے جو نیک کام کرتا ہے۔''

دنیا میں تو بسا اوقات آدمی کو اپنے کیے کا مکمل صلہ نہیں ملتا کیوں کہ انسان شیطانی جال میں اس قدر جکڑا ہوا ہے کہ ایک دوسرے کے خون کا پیاسا ہے اور مسلمان بھائی کا حق تلف کرنے میں عار محسوس نہیں کرتا۔ عین ممکن تھا کہ کسی کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوتا کہ دنیا میں کیے ہوئے نیک اعمال کی جزا روزِ قیامت پوری ملے یا نہ ملے، اس اشکال کو دور کرتے ہوئے فرمایا ﴿ وَ اِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴾ ''اور بے شک ہم اسے لکھ رہے ہیں۔'' ان میں سے کسی چیز کو ضائع نہیں کیا جائے گا۔

ایک دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴾ [الزلزال: ۷،۸]

''پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی، وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی، وہ اسے دیکھ لے گا۔''

فلاح وکامیابی کا ذریعہ:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴾ [القصص: ٦٧]

''البتہ جس نے توبہ کی، ایمان لایا اور عمل صالح کیا تو توقع ہے کہ وہ فلاح پانے والوں سے ہے۔''

ایسا آدمی جو نعمت اسلام سے محروم ہو اور کفر وشرک کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بے راہ رو پھر رہا ہو، پھر کفر وشرک سے تائب ہو کر حقیقی معنوں میں مومن بن کر اپنی زندگی بسر کرے، یا ایسا آدمی جس نے کلمہ توحید پڑھا لیکن اس کے معنی ومفہوم کو سمجھ کر ایسی زندگی بسر نہ کی جیسی شریعت کو مطلوب تھی، پھر گزشتہ خطاؤں سے تائب ہو کر، مومنانہ زندگی گزاری، یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: کہ ان کا شمار بھی کامیاب وکامران لوگوں میں ہوگا۔ مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما المفلحين کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

الذين ادركوا ما طلبوا ونجوا من شرّ ما منه هربوا۔

[تفسير ابن ابی حاتم الرازی: ۷/ ۲۳۵]

(یعنی اس سے مراد) وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنی مطلوب چیز کو پالیا (یعنی جنت) اور اس چیز سے نجات حاصل کر لی (یعنی جہنم) جس سے وہ ڈرتے تھے۔''

امام قتادہ رحمہ اللہ المفلحين کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اوم استحقوا الهدی والفلاح فاحقه الله لهم۔

[تفسير ابن ابی حاتم الرازی: ۷/ ۲۳۵]

''یہ ایسے لوگ ہیں کہ جو ہدایت وفلاح کے مستحق ہیں پس اللہ ربّ العزت نے انھیں یہ چیز عطا کر دی (یعنی ہدایت، فلاح)۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَ افْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ [الحج: ۷۷]

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم رکوع کرو، اور سجدہ کرو اور اپنے ربّ کی عبادت کرو اور اچھے کام کرو تا کہ تم فلاح پا سکو۔''

آیت سے حاصل شدہ فوائد:

اعمالِ صالحہ کا مکلّف اللہ ربّ العزت نے اہل ایمان کو ٹھہرایا ہے۔ اس کا مفصل بیان گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

ای صلوا وعبر عن الصلاة بهما، لأنهما اعظم ارکانها، او اخضعوا له تعالىٰ وخروا له سجداً، لا لغيره۔ [تفسير القاسمی المسمی محاسن التاويل: ۷/ ۲۷٦]

''تم نماز ادا کرو، ان دونوں کو (یعنی رکوع وسجدہ) نماز سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ یہ دونوں نماز کے عظیم رکن ہیں۔ یا (پھر اس سے مراد یہ ہے کہ) تم اللہ ربّ العزت کے لیے خشوع وخضوع کرو، اور اس کے علاوہ کسی اور کے لیے سجدہ کرنے کے لیے نہ جھکو۔''

واعبدوا ای بانواع العبادة (ربكم) ای المحسن اليكم بكل نعمة دينية ودنيوية۔

[السراج المنير: ٤/ ۳۲۰]

’’ہر قسم کی عبادت اپنے رب ہی کے لیے بجا لاؤ جس نے تمھیں دینی و دنیوی تمام نعمتیں عطا فرما کر احسان کیا ہے۔‘‘

وافعلوا الخير اى كله من القرب كصلة الأرحام وعيادة المريض ونحو ذلك من معالى الاخلاق بنية وبغير نية حتى يكون لكم ذلك عادة فيخف عليكم عمله لله تعالىٰ ۔ [السراج المنير: ٤/ ٣٢٠]

’’اور تم نیک کام کرو یعنی ہر وہ عمل جو (قربِ الٰہی کے حصول) کا ذریعہ بنے، جیسے صلہ رحمی، مریض کی عیادت کرنا اور اسی طرح دوسرے اخلاقِ عالیہ قصداً ہوں یا بغیر قصد کے۔ یہاں تک کہ تمہاری یہ عادت بن جائے اور تم پر رضائے الٰہی کے لیے کام آسان ہو جائے۔‘‘

ابو حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ ربّ العزت نے سب سے پہلے خاص چیز کا ذکر فرمایا اور وہ ہے: نماز، پھر اس کے بعد عام چیز کا ذکر فرمایا اور وہ ہے: واعبدوا ربكم ۔ پھر اس کے بعد سب سے زیادہ عام چیز کا ذکر فرمایا اور وہ ہے: وافعلوا الخير ۔

اللہ ربّ العزت نے امنوا کے خطاب کے بعد ارکعوا، واسجدوا، واعبدوا ربکم، وافعلوا الخیر کی صورت میں عمل بالجوارح کا حکم فرمایا تا کہ شروطِ ایمان کی تکمیل ہو جائے۔

درج ذیل آیت سے اس باطل نظریہ کا ردّ بھی ہو جاتا ہے کہ اطاعت رسول کے بغیر فقط زبان سے محبت رسول کا دعویٰ کرنا، رسم و رواج کو بجا لانا، نجات کے لیے کافی ہیں۔ کیوں کہ اگر صرف الدخول فی الاسلام ہی نجات کے لیے کافی تھا تو پھر امر کے الفاظ سے اتنی تاکید کی کیا ضرورت تھی۔ اللہ ربّ العزت حق بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾ [المؤمنون: ١]

’’تحقیق فلاح پا گئے مومن۔‘‘

ما بعد آیات میں اہل ایمان کی صفات ذکر فرمائیں۔ یعنی اقرار صرف زبان کی حد تک نہیں بلکہ اعمالِ صالحہ کا اہتمام بھی کرتے ہیں جو کہ نماز، روزہ، لغویات سے اعراض، امانت داری، عفت و پاک دامنی، ایفائے عہد کی صورت میں ہے۔ پھر اس کے بعد ان کی جزا کا ذکر فرمایا اور کہا:

﴿ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ○ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ط هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [المؤمنون: ١٠، ١١]

’’یہی لوگ ہیں میراث پانے والے، جو وارث ہوں گے فردوس کے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔‘‘

انسان کی کامیابی اسی میں ہے کہ اسے جہنم سے بچا کر، جنت کا داخلہ عطا ہو جائے۔ اس فلاح و کامیابی کو اللہ پاک نے فقط انھیں مومنین کے ساتھ خاص کیا ہے جو شروطِ ایمان، تصدیق بالقلب، اقرار باللسان وعمل بالجوارح کا شدت کے ساتھ التزام کرتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ

❀❀............❀............❀❀

تفسیر ثنائی اور ردّ مذاہب باطلہ

تاج الدین ازہری

②......سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۷

﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَ عَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ٘ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾ [البقرۃ: ۷]

کی تفسیر میں بعنوان ''عیسائیوں کی دوسری غلطی'' رقم طراز ہیں:

''اس مقام پر بعض لوگوں کو شبہ ہوتا ہے کہ جب خدا ہی نے ان کافروں کو گمراہ کیا اور ان کے دلوں اور کانوں پر مہر ثبت کر دی اور ان کی آنکھیں بند کر دیں تو پھر ان کا کیا قصور؟ ایسے لوگوں کو عذاب کرنا انصاف سے دور ہے۔ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں چوں کہ یہ پہلی آیت ہے اس لیے ہم اس کے حاشیہ میں کسی قدر مفصل لکھیں گے اور پھر موقع بہ موقع اس کے حوالہ ہی پر قناعت کریں گے۔''

تحقیقی جواب سے پہلے یہ بتلانا ضروری ہے کہ اسلام کے قدیمی مہربان عیسائیوں نے اس مسئلہ کے متعلق جو زبان درازیاں کی ہیں وہ انصاف سے بالکل بعید اور فہم کلام سے دور ہیں۔ انھوں نے اس معاملہ میں سوکن کے جلاتے وقت اپنی ناک کی بھی پرواہ نہ کی۔ قرآن کی ان آیات پر اعتراض کرتے وقت انھوں نے اپنے ہاں کی بھی خبر نہ لی کہ توریت اور انجیل نے بھی اس مسئلہ کو متعدد مقامات پر بہ وضاحت لکھا ہے۔ توریت کی دوسری کتاب سفر وخروج باب نمبر:۴ کے فقرہ نمبر:۲۱ میں ہے:

''خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ جب تو مصر میں داخل ہووے تو دیکھ سب معجزے جو میں نے تیرے ہاتھ میں رکھے ہیں فرعون کے آگے دکھلائیو۔ لیکن میں اس کے دل کو سخت کروں گا وہ ان لوگوں کو جانے نہ دے گا۔''

اس باب کے فقرہ:۲۷ میں لکھا ہے: ''خدا نے فرعون کے دل کو سخت کر دیا'' اسی باب کا فقرہ نمبر ۱۰ موسیٰ اور ہارون نے یہ عجائب فرعون کو دکھائے اور خدا نے فرعون کے دل کو سخت کر دیا کہ اس نے اپنے ملک سے بنی اسرائیل کو جانے نہ دیا۔ اسی طرح مقاماتِ ذیل میں بھی اس مسئلہ کا ذکر ہے بغرض اختصار ہم صرف نام بتلانے پر ہی اکتفا کریں گے۔

استثناء:۲، باب کا فقرہ:۳، ایضاً:۲۹۔ باب کا فقرہ:۴، یشوع:۱۱، باب کا:۱۰، قاضیون:۹، باب کا:۲۳، سلاطین:۲۲، باب کا:۲۱، زبور:۱۰۵۔۲۵، ایضاً:۱۴۸۔۱۱۶، امثال:۱۶، باب کا:۴، یسعیا:۶، باب کا:۹، ایضاً:۲۹، باب فقرہ:۹، متی:۱۳، باب کا:۱۴، لوقا:۸، باب کا:۱۰، یوحنا:۶، باب کا:۲۴ وغیرہ۔

پادریوں نے اپنے ہاں کی تو خبر نہ لی ہوگی۔ لی ہوگی تو اپنے کلیسا میں رسوخ بڑھانے کو ناحق اسلام سے الجھے۔ پس پادری لوگ جب تک مقامات مذکورہ کا جواب نہ سوچ لیں ہم سے مخاطب نہیں ہو سکتے۔ **فما هو جوابهم فهو جوابنا** ......

اب رہا کہ ایسی آیات قرآنی کا کیا مطلب ہے؟ اور اس سوال کا حقیقی جواب کیا ہے؟ سو اس کے جواب دینے سے پہلے ہم چند اصول بتلانا مناسب سمجھتے ہیں تاکہ جواب سمجھنے میں آسانی ہو۔

[تفسیر ثنائی: ۳۳،۳۴]

③......سورۂ بقرہ کی آیت نمبر:۳۱

﴿وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ

صٰدِقِيْنَ ﴾ [البقرة: ۳۱]

کی تفسیر میں بعنوان آریہ قوم کی غلطی رقم طراز ہیں:

اس آیت کے متعلق بھی نافہموں نے بہت ہی ہاتھ پاؤں مارے ہیں مگر بعد غور ثابت ہوتا ہے کہ سب کچھ ان کی نافہمی اور تعصب کے نتائج ہیں۔ قرآنِ کریم اپنے معانی بتلانے میں بالکل صاف ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ اس کے سمجھنے اور سمجھانے والے ہر زمانہ میں موجود رہے ہیں اور ہوں گے۔

ہماری ہمسایہ قوم آریہ نے اس کے متعلق بہت سے ورق سیاہ کیے ہیں جن کے دیکھنے سے اس قوم کی شوخی اور نئے جوش کا اندازہ ہوتا ہے۔ افسوس کہ اس قوم نے باوجود دعویٰ توحید کے جس کی وجہ سے یہ لوگ اسلام سے بہت ہی قریب ہو گئے تھے۔ بجائے فہم وفراست کے تعصب اور ضد سے کام لیا۔ اس آیت کے متعلق ان کے اعتراضات حسب ذیل ہیں:

① ...... خدا نے فرشتوں سے مشورہ کیا جس سے اس کی بے علمی ثابت ہوتی ہے۔

② ...... باوجودیکہ فرشتوں نے جواب معقول دیا مگر خدا نے (معاذ اللہ) اپنی ہی بات پر ہٹ کی جس کا نتیجہ آخر وہی ہوا جو فرشتوں نے کہا۔

③ ...... خدا نے فرشتوں سے (معاذ اللہ) دھوکہ کیا کہ ان کے مقابل آدم کو سب نام بتلا دیئے اور مقابلہ کرایا۔ اگر یہی نام فرشتوں کو بتلا دیتا تو وہ بھی بتلا سکتے تھے۔ آدم کی اس میں کون سی بزرگی ہے۔

جواب:

میں کہتا ہوں سب آفتوں کی جڑ یہی ہے کہ متکلم سے اس کے کلام کے معنی دریافت کرنے سے پہلے ہی اس پر رائے زنی کی جائے اور آپ ہی آپ اس کی شرح کر کے حاشیہ چڑھا دیا جائے۔

اس آیت کے معنی جن کی طرف ہم نے تفسیر میں اشارہ کیا ہے سمجھنے ہی سے سب اعتراضات اٹھ جاتے ہیں جو دراصل اپنے ہی دل کے غبارات ہیں۔ پہلے یہی غلط کہ خدا نے مشورہ کیا۔ مشورہ نہیں کیا تھا بلکہ اس امر کے متعلق ان فرشتوں کو ایک حکم سنایا تھا۔ اس کے اعلان کرنے کو یہ اظہار کیا۔ چناں چہ اسی قصہ کو دوسرے مقام پر یوں بیان کیا ہے:

﴿ اِنِّیْ خَالِقٌ م بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ o فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ o ﴾ [ص: ۷۱، ۷۲]

''یہ مشہور ہے کہ ''تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں'' پس اس قاعدہ کلیہ سے اس آیت نے اس آیت کی پوری تفسیر کر دی ہے کہ فرشتوں پر اس امر کا ظاہر کرنا اس غرض سے تھا کہ ایک حکیم کی ان کو اطلاع ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اس آیت میں ﴿ انی جاعل فی الارض خلیفة ﴾ کہہ کر ﴿ ما تقولون فی هذا الامر ﴾ نہیں کہا جو مشورہ کا دستور ہے۔

رموز مملکت خویش خسرواں دانند
گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

یہی وجہ ہے کہ فرشتوں نے اس امر کو تسلیم کیا اور ﴿ انك انت العلیم الحکیم ﴾ کہہ کر قصور فہم کا اعتراف کر لیا۔

تیسرے سوال کا جواب بھی میں نے تفسیر میں ادا کر دیا یعنی یہ کہ فرشتوں نے علاوہ اپنی پاکی اور بزرگی جتلانے کے دعویٰ ہمہ دانی بھی کیا تھا یعنی ﴿ نسبح بحمدك ونقدس لك ﴾ کے علاوہ ﴿ ونعلم الاشیاء کلها ﴾ بھی کہا تھا۔ اس لیے کہ بزرگی اور زہد تو خلاف کو مستلزم نہیں جب تک کہ عملی ثبوت نہ ہو۔ قرینہ اس حذف کا یہ ہے کہ فرشتوں کے دعویٰ تقدیس اور زہد پر جناب باری کی طرف سے ﴿ اَنْبِئُوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴾ ارشاد ہوا۔ اگر فرشتوں کی طرف سے دعویٰ علم نہ ہوتا تو یہ بالکل اس کے مشابہ ہوتا ہے جو کسی مولوی صاحب نے کسی دہقانی کو سمجھا، کہ تہ بند ٹخنوں سے اونچا رکھ۔ وہ بولا تیرے باپ نے دعوت کی تھی تو نمک زیادہ نہیں ڈال دیا تھا؟ مولوی صاحب نے پوچھا اس قصہ کا میرے وعظ سے کیا تعلق۔ دہقانی بولا تعلق

ہو نہ ہو بات سے بات نکل آتی ہے۔سو اگر فرشتوں نے دعویٰ علم نہ کیا ہوتا تو بجائے ﴿ لَا عِلْمَ لَنَآ ﴾ کہنے کے یہ کہتے کہ صاحب اس سوال کا یہاں کیا علاقہ! ہمارا دعویٰ زہد ہے اور سوال ہم سے علم کا چہ خوش! پس یہ ارشاد ﴿ انبئونی ﴾ اور ﴿ ان کنتم صادقین ﴾ جب ہی درست اور مناسب ہوسکتا ہے کہ فرشتوں نے کوئی دعویٰ علمیت بھی کیا ہو جس کے جواب میں ان کی غلط فہمی رفع کرنے کو یہ ضروری ہوا کہ حضرت آدم کو سب نام سکھائے جائیں تا کہ انھیں معلوم ہو کہ بہت سے امور ایسے بھی ہیں جنھیں ہم نہیں جانتے۔ جب ہی تو اس الزام کے بعد ﴿ سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا ﴾ پکار اٹھے اور اپنے نقصان علم کے مقر ہوئے۔ اب بتلائیں مدعی سست گواہ چست والا معاملہ ہے یا نہیں اور فہم قرآن سے بے نصیبی کے آثار ہیں یا کچھ اور۔ رہا شیطانی جھگڑا سو اس کا جواب ہم ﴿ خَتَمَ اللّٰهُ ﴾ کے حاشیہ میں دے آئے ہیں۔

[تفسیر ثنائی، ص:٥٤،٥٦]

④......سورۂ بقرہ کی آیت نمبر:۳۴

﴿ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ ق وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴾

[البقرة: ٣٤]

اس آیت کی تفسیر میں بھی ہمارے نامہربان پڑوس آریہ وغیرہ نے دانت پیسے ہیں اور طرح طرح سے بے سمجھی کے سوالات کیے ہیں اور نئی توحید کے نشہ میں معلم التوحید قرآن شریف پر اعتراض کیے ہیں کہ وہ بت پرستی اور شرک سکھاتا ہے۔ چناں چہ فرشتوں نے آدم کو سجدہ کروایا، کعبہ کو پجوایا، موسیٰ سے آگ کو پجوایا، طرفہ یہ کہ شیطان نے بوجہ توحید کے جس کی اس کو پہلے سے تعلیم ہوئی تھی سجدہ نہیں کیا تو اس کو لعنتی گردانا وغیرہ وغیرہ۔

باقی آیات کا جواب تو اپنے موقع پر آئے گا اس وقت ہم اس آیت کے متعلق ان کی سمجھ کا پھیر بتلاتے ہیں۔ بھلا آدم کو سجدہ عبودیت کا تھا یا کچھ اور۔ اگر عبودیت کا تھا تو قرآن بے شک شرک کی تعلیم دیتا ہے اور اوّل درجہ کا مشرک ہے لیکن ایسا نہیں بلکہ ایک تعظیمی سجدہ تھا جس کو دوسرے لفظوں میں سلام تعظیم کہتے ہیں اس لیے کہ اگر یہ عبادت ہوتا تو شیطان اپنی معذوری اور جواب میں ﴿ انا خیر منه خلقتنی من نار وخلقته من طین ﴾ نہ کہتا، بلکہ صاف کہتا کہ جناب والا یہ کیا انصاف ہے کہ ہمیں ایک طرف تو شرک سے روکا جاتا ہے اور دوسری طرف اسی شرک کی تعلیم دی جاتی ہے۔ کیوں کہ وہ تو بڑا شیطان ہے اسے تو یہ عذر ضرور ہی سوجھنا چاہیے تھا جب کہ اس کے شاگردوں کو ایسی سوجھتی ہے کہ پناہ خدا۔ تو پھر استاد کو ایسی کیوں نہ سوجھی بلکہ اس نے تو ایک معنی سے خود ہی یہ سجدہ جائز سمجھا کیوں کہ وہ اپنے نہ کرنے کی وجہ بتلا رہا ہے کہ میں اس سے اچھا ہوں اس لیے اسے سجدہ نہ کروں گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدم کو جو اس کے خیال میں اس سے ادنیٰ تھا اس کو سجدہ کرنے کا حکم ہوتا تو شیطان کو اپنے لیے سجدہ کروانے میں کسی طرح کا تامل نہ ہوتا اور نہ تعلیم توحید اس سے مانع ہوتی۔ پس ان دونوں باتوں کو ملانے سے معلوم ہوا کہ یہ سجدہ سجدہ عبادت نہ تھا بلکہ محض ان معنوں میں تھا جیسے کسی سردار یا نواب کو ماتحت ایک خاص وقت میں حاضر ہو کر سلام کیا کرتے ہیں جس سے اس سردار کی رفعت اور ماتحتوں کی وفاداری کا ثبوت ہوتا ہے جو شیطان کو پسند نہ تھا۔

[تفسیر ثنائی، ص:٥٧]

⑤......سورۂ البقرہ کی آیت نمبر:۱۴۴

﴿ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ج فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ص فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ﴾ [البقرة: ١٤٤]

اس آیت سے متعلق بھی نافہم مخالفوں نے کئی طرح دانت پیسے ہیں، سب سے بڑا اعتراض تو یہ ہے کہ اسلام نے بت پرستی کو رواج دیا جو سچے مذہب کے شایان نہیں۔ رواج کس طرح دیا؟ اس طرح کے جو کعبہ پتھروں کا بنا ہوا مثل ایک بت کے ہے اس کی عبادت کا حکم کیا اور ایسا کیا کہ بغیر اس کی طرف رخ کیے نماز قبول ہی نہیں ہوتی۔

دوسرا اعتراض نسخ احکام کے متعلق ہے کہ پہلے حکم کو اٹھانا اس کے

نا تجربہ اور لاعلمی پر مبنی ہوتا ہے۔ اس لیے جائز نہیں کہ احکام خداوندی میں سے کوئی حکم کسی زمانہ میں صادر ہو کر پھر اٹھا دیا جائے جیسا کہ یہاں پر پہلے کعبہ سے دوسرے کعبہ کی طرف منہ پھیرنے کا حکم ہوا۔ حالاں کہ خدا تو علام الغیوب ہے۔ یہ خلاصہ ہے ان دفتروں کا جو ہمارے قدیمی مہربان عیسائی اور آریہ وغیرہ نے بھرے ہیں۔

پہلے سوال کا جواب دو طرح سے اجمالی اور تفصیلی: اجمالی تو دوٹوک بات ہے کہ شرک اور بت پرستی اسے کہتے ہیں کہ غیر خدا کی عبادت کی جائے یا کم سے کم اس سے وہ معاملے کیے جائیں جو خدا کے ساتھ ہونے چاہئیں مثلاً امید بھلائی یا دفع ضرر۔ مگر چوں کہ کعبہ کی نسبت اسلام نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا بلکہ صاف اور صریح لفظوں میں ﴿ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ﴾ فرمایا، کعبہ کے خدا کی عبادت کرو۔ تو اب اسلام کی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ کعبہ پرستی اور بت پرستی سکھاتا ہے سراسر انصاف کا خون کرنا ہے۔

تفصیلی جواب سے پہلے مسلمانوں کی نماز کا مطلب بیان کرنا کسی قدر مفید ہوگا تاکہ ثابت ہو جائے کہ اسلامی نماز جس پر تمام اہل اسلام فخر کیا کرتے ہیں کہاں تک توحید یا شرک سے بھری ہوئی ہے۔ کیا اس میں کوئی کلمہ بھی ایسا ہے جس میں کعبہ کی مدح یا تعظیم ہو، پھر اس نماز کو بھی ہمارے نافہم مخالف شرک اور بت پرستی کہیں گے تو اس کے جواب میں ہم سے یہی سنیں گے۔

بس تنگ نہ کر ناصحِ نادان مجھے اتنا
یا چل کے دکھا دے دہن ایسا کمر ایسی

بعد اس کے ہم اپنے مخالفین سے پوچھتے ہیں کہ اگر اسلام کو کعبہ پرستی منظور ہوتی اور شرک اور بت پرستی کا رواج مدنظر ہوتا تو کیا وجہ ہے کہ ساری نماز میں کعبہ کا ذکر تک نہیں، نہ اس سے خطاب ہے، نہ اس سے استمداد، نہ اس کا نام، پھر کعبہ پرستی ہے تو کہاں ہے؟ میں نہیں جانتا کوئی منصف مزاج اس معروضہ تقریر پر غور کر کے اسلام پر کعبہ پرستی کا الزام لگائیں۔

رہا سوال کہ نماز میں تو بے شک کی بو تک نہیں مگر اس کی کیا وجہ ہے کہ نماز پڑھتے ہوئے کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم آیا ہے۔ انسان کو اس امر میں مختار کیوں نہیں کیا گیا کہ جس طرف منہ کر کے چاہتا اپنے مالک کی عبادت کر لیتا سو اس کا جواب بعد تمہید کے یہ ہے۔

ہمیشہ قاعدہ ہے کہ ایک امر مقصود اصلی کے ساتھ کوئی مقصود تبعی بھی ہوا کرتا ہے مثلاً علم کا پڑھنا مقصود اصلی ہے تو حروف کا سیکھنا غیر اصلی لازم ہے گو بعد حصولِ علم حروف ابجد کا خیال تک نہیں رہتا۔ اسی طرح دفع دشمن کے لیے تلوار یا بندوق کا امکان لازم ہو جاتا ہے۔ حالاں کہ اس کے اٹھانے سے سوائے تحمل بوجھ کوئی فائدہ نہیں مگر بایں لحاظ کہ یہ بوجھ ایک ضروری کام دفع دشمن کا ذریعہ ہے، عمدہ اور احسن ہو جاتا ہے۔ اس تقریر سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو امر کسی دوسرے امر کا ذریعہ ہوا کرتا ہے اس کا حسن وقبح اصل ذی ذریعہ کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ یہی تلوار کا اٹھانا جو دفع دشمن کے لیے ایک ذریعہ ہے اور احسن اور عمدہ ہے اگر کسی مظلوم بے بس پر چلائی جائے تو قبیح ہوتا ہے ہاں اس امر کی پہچان بعض دفعہ مشکل ہو جاتی ہے کہ مقصود اصلی کیا ہے اور مقصود تبعی کیا ہے؟ سو اس کے لیے عام قاعدہ یہ ہے کہ ان دونوں میں سے جو امر ایسا ہو کہ اس کے حصول کے بعد دوسرے کے لیے تردد کرنا باقی رہے اور مقصود سے فارغ البالی نہ ہو تو وہ مقصود اصلی نہیں اور جس کے حصول کے بعد دوسرے کی تلاش نہ رہے تو وہ امر مقصود اصلی ہوگا۔ مثلاً دوا کا بنانا اور گھوٹنا ایک ایسا امر ہے کہ اس کے حصول پر قناعت نہیں کی جا سکتی جب تک بیمار کو شفا نہ ہو جائے۔ ہاں اگر بغیر دوا نوشی کے مرض سے عافیت ہو جائے تو دوا کا مطلق خیال بھی نہیں ہوتا ہماری اس تقریر سے یہ امر بخوبی واضح ہوتا ہے کہ مقصود اصلی کسی حال میں متروک اور مفروغ عنہ نہیں ہو سکتا۔

پس اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ تعین جہت کو اسلام نے کوئی مقصود اصلی قرار دیا ہے یا تبعی۔ بعض مواقع پر اس کا حکم ساقط ہو جانا صاف دلیل ہے کہ یہ کوئی امر اصلی نہیں مثلاً جنگ کی حالت میں بشدت خوف جدھر رخ ہو نماز پڑھے جانا خواہ کعبہ کی طرف پیٹھ بھی ہو، اس امر کو ثابت

کر رہا ہے کہ کعبہ کی طرف توجہ کرنا مقصود اصلی نہیں بلکہ صرف اس امر کے لیے ہے کہ مسلمانوں میں جیسا کہ معنوی اتحاد ہے صوری موافقت بھی حاصل رہے۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے جو اختیار دینے کی صورت میں متصور نہ تھا۔ کیوں کہ جب ہر ایک کو اختیار ملتا اور اس بات کا مجاز ہوتا کہ دوسرے کے منہ کی طرف منہ کرے یا پیٹھ ایک مشرق کو رخ کرے تو دوسرا مغرب کو، تیسرا جنوب کو تو چوتھا شمال کو تو یہ فائدہ جو یکجہتی سے حاصل ہے نہ ہوتا۔ پس یہی وجہ اس کے مقصود تبعی ہونے کی ہے۔ یہ تقریر اس وقت بخوبی سمجھ میں آ سکتی ہے جب نماز کے معانی اور مطالب ذہن نشین کر کے یہ دیکھا جائے کہ اس میں تو کسی جہت یا کعبہ کا نام تک نہیں پس اگر یہ مقصود اصلی ہوتا تو اصلی عبادت کے طریق اور اس کے الفاظ میں اس کا ذکر ہوتا۔ کیوں کہ بغیر مقصود کسی کام کا کرنا کون نہیں جانتا کہ علاوہ لغو ہونے کے تضییع اوقات اور بے ہودہ پن بھی ہے۔ پس ہماری ہمسایہ قوم آریہ اور عیسائی وغیرہ اسلام کے مخالف ہماری تقریر پر غور کریں اور نتیجہ سے ہمیں اطلاع دیں۔ اگر کچھ شبہ ہو تو تمام قرآن میں تلاش کر کے کوئی آیت اس مضمون کی نکالیں جس سے ثابت ہو کہ نماز میں کعبہ کی پرستش ہے۔ نہ ملنے پر ہم آپ سے صرف ایک چیز چاہتے ہیں جو نہایت آسان ہے مگر کسی مخالف کے حق میں مشکل اور گراں سے گراں ہے وہ وہی ہے جس کا پیارا نام ''انصاف'' ہے جو انسان کو ہر جگہ عزت دلاتا ہے اور اعزاز سے یاد کراتا ہے۔

رہا اعتراض نسخ احکام کے متعلق تو اس کا جواب یہ ہے کہ نسخ میں حکم سابق کا اٹھا دینا دو طرح پر ہے۔ ایک تو جس طرح حکام زمانہ کوئی قانون بتدریج بدلتے ہیں۔ پہلی ترتیب کے وقت ان کو علم نہیں ہوتا کہ اس میں کیا خرابی ہو گی جس کے سبب سے اس میں کچھ تغیر آئے گا۔

دوسری قسم طبیب کی تبدیلی نسخہ جات کی طرح ہے کہ رفتہ رفتہ بتدریج طبیعت کو درستی پر لاتا ہے۔ منضج دے کر مسہل تجویز کرتا ہے۔ ان دو قسموں میں اوّل تو بے شک حاکم کی لاعلمی پر دلالت کرتا ہے مگر قسم دوم بجائے لاعلمی کے کمال علمی بتاتا ہے۔ اب ہمیں دیکھنا ہے کہ اہل اسلام کون سے نسخ کے قائل ہیں۔ قسم اوّل کے، حاشا وکلا ہرگز نہیں، البتہ قسم دوم کے جمہور اہل اسلام معترف ہیں اور اس سے نہ تو اللہ کے علم میں کوئی نقصان آتا ہے اور نہ کوئی دوسرا اعتراض ہے۔

[تفسیر ثنائی، ص:۱۰۸، ۱۱۲]

ان مختلف آیات کی تفسیر یہ ظاہر کرتی ہے کہ مولانا کا بحیثیت مناظر ہندوستان کے مخالف اسلام مذاہب کا مطالعہ بڑا وسیع ہے اور وہ متکلمانہ انداز میں ان کے ہر اعتراض کا ردّ کرتے ہیں۔

پھر قرآن چوں کہ ایسی کتاب ہے جس کی تلاوت اور فہم وتدبر ہر مسلمان کی خواہش ہے اور یہ اسلام کا دستور ہے۔ اس لیے مولانا نے اس کی تفسیر کرتے وقت آریہ، عیسائیوں، قادیانیوں، نیچریوں اور ملحدوں سمیت تمام مخالف اسلام معترضین کے اعتراضات کا جواب دے کر نہ صرف کہ مسلمانوں کے وکیل کی حیثیت سے اسلام کا دفاع کیا ہے بلکہ ان کا زبردست ردّ کر کے آئندہ آنے والی مسلمان نسلوں کو ان کے غلط اثرات سے ہی محفوظ کر دیا ہے۔

ربّ العالمین سے دعا ہے کہ وہ اپنی کتاب کی خدمت میں مولانا کی یہ مساعی قبول فرمائے، آمین۔



اظہارِ تعزیت

گزشتہ دنوں پروفیسر عبدالرحمٰن لدھیانوی کے والد گرامی میاں عبدالکریم صاحب، مولانا حافظ محمد خالد ابن خطیب پاکستان حضرت شیخوپوری رحمہ اللہ، مولانا عبدالمجید صاحب بمبانوالہ سیالکوٹ، کی وفیات ہوئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ہمارے کئی احباب نے مرحومین کی تعزیت کے سلسلے میں خطوط لکھتے ہیں، اور دعائیہ کلمات سے مرحومین کو یاد کیا ہے۔

① ......اساتذہ وطلباء دارالحدیث راجووال اوکاڑا۔
② ......حکیم محمد یحییٰ عزیز ڈاہروی، کوٹ رادھا کشن۔
③ ......ابوالاحتشام حمزہ طور، گوجراں والا۔
④ ......محمد ابراہیم خلیل منصور پوری، کوٹ رادھا کشن۔
⑤ ......مولانا شیخ الحدیث محمد یوسف، راجووال۔
⑥ ......عبدالرحمٰن نعیم، چوک شوالہ مغل پورہ، لاہور۔

نظامِ زکوٰۃ کے فیوض وبرکات اور سود کی تباہ کاریاں

عبید اللہ لطیف

''اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے'' یہ وہ فقرہ ہے جسے ہم ہر مسلمان کی زبان سے اکثر وبیشتر سنتے رہتے ہیں۔ دیکھنے کو تو یہ چند الفاظ پر مشتمل ایک جملہ ہے لیکن اس جملہ کے اندر جو جامعیت ہے ہم اس کا اندازہ نہیں کرسکتے۔ اس کی جامعیت کا اندازہ تبھی ممکن تھا جب ہم اس جملہ کو سمجھتے ہوئے اپنی زندگیوں کا اسلامی سانچے میں ڈھال لیتے۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ جب ہم بحیثیت قوم مجموعی طور پر جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں مسلمان صرف نام کا ہی مسلمان نظر آتا ہے اور ہم اپنے ہر عمل میں کفار کی مشابہت اختیار کرنے میں فخر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ہمارے اسلامی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر کفار کے نظاموں کو اپنانے کا ہی نتیجہ تو ہے کہ آج دنیا بھر میں مسلمان ذلت ورسوائی کا شکار نظر آتے ہیں۔ یہاں تک کہ بندر اور خنزیر کے پجاری بھی آج ہماری بداعمالیوں اور گستاخیوں کے سبب اس حد تک شہ پا چکے ہیں کہ انھیں سرورِ کائنات امام الانبیاء ساری کائنات سے افضل وبرتر شخصیت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے جعلی خاکے بنانے کی ناپاک جسارت کرنے کی جرأت ہوئی نہ صرف وہ توہین رسالت کے مرتکب ہورہے ہیں بلکہ مساجد ومدارس حتیٰ کہ کلامِ الٰہی یعنی قرآنِ مجید کی بھی توہین کرنے سے باز نہیں آتے۔

یہ سب کچھ ہمارے قول وفعل میں تضاد کا نتیجہ ہے۔ اسلام نے ہمیں جو قوانین دیے ہیں اگر ہم ان قوانین کے مطابق زندگیاں بسر کریں تو یقیناً دنیا وآخرت میں ہم کامیاب ہوسکتے ہیں۔ جس کی مثال اسلامی نظام معیشت کو ہی لیجیے اور نظام معیشت میں سے بھی فرضیت زکوٰۃ اور حرمت سود کا جائزہ لے لیں تو ہم پر واضح ہوجائے گا کہ ہم کس طرح ترقی کی منازل طے کرسکتے ہیں۔ زکوٰۃ اسلام کا تیسرا رکن ہے جس کے بارے میں تاجدار انبیاء علیہ السلام نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: کلمہ توحید، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج۔

یہ پانچ چیزیں اسلام کے بنیادی ارکان ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خلیفہ اوّل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں جب ایک قبیلہ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا تھا اگر کوئی شخص زکوٰۃ میں دی جانے والے ایک رسی بھی دینے سے انکار کرے گا تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اس کے خلاف جہاد کرے گا۔ زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہی نہیں بلکہ زکوٰۃ ادا کرنے کے سبب انسان بہت بڑی آفات ومصائب سے بچتا ہے۔ اور زکوٰۃ صرف مذہب اسلام میں ہی فرض نہیں پہلے انبیاء کے دور میں فرض رہی ہے۔ زکوٰۃ کے بارہ میں قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر احکامات آئے لیکن میں یہاں پر صرف چند ایک آیات کا ترجمہ ذکر کروں گا۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ربانی ہوتا ہے کہ

> ''نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔'' [النور:۵۶]

اس آیت مبارکہ میں واضح کردیا گیا ہے کہ جو لوگ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر اپنا رحم کرتا ہے۔ دوسری جگہ پر فرمانِ الٰہی میں زکوٰۃ کو گناہوں کا کفارہ اور تزکیہ نفس کا ذریعہ کہتے ہوئے اعلان فرمایا:

> ''اے نبی ﷺ! تم ان کے اموال سے زکوٰۃ لے کر انھیں گناہوں سے پاک صاف کرو۔ نیز ان کے حق میں دعائے رحمت کرو کیوں کہ تمہاری دعا ان کے لیے موجب تسکین ہوگی اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔'' [التوبۃ:۱۰۳]

ایک اور مقام پر زکوٰۃ کو دولت میں برکت اور اضافے کا سبب بتلاتے ہوئے ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ

''اور جو زکوٰۃ تم لوگوں کو خوشنودی کے لیے دیتے ہو اس سے
دراصل دینے والے اپنے مال میں اضافہ کرتے ہیں۔''

[الروم:٣٩]

ایک اور مقام پر فرمانِ الٰہی ہے کہ

زکوٰۃ کا نظام معیشت کی مضبوطی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس حوالہ سے جب جائزہ لیا جاتا ہے تو پتا چلتا ہے کہ پاکستان کی آبادی اس وقت تقریباً بیس کروڑ ہے بیس کروڑ میں سے اگر ۶ کروڑ افراد پر سالانہ ۵۰ ہزار روپے کی رقم پر زکوٰۃ کی ادائیگی ہو تو کل رقم پچیس ارب روپے بنتی ہے۔ اگر ۲ کروڑ لوگوں میں سے ایک لاکھ پر زکوٰۃ کی ادائیگی ہو تو پچاس ارب روپے، پچاس ہزار آدمی لاکھ روپے پر زکوٰۃ ادا کرنے والے ہوں تو ایک ارب پچیس کروڑ روپے، دس ہزار آدمی، دس کروڑ روپے پر زکوٰۃ ادا کریں تو پچیس ارب روپے، ایک ہزار آدمی ایک ارب روپے پر زکوٰۃ ادا کرنے والے ہوں تو پچیس ارب روپے بنتی ہے۔ اس طرح اگر بیس کروڑ کی آبادی میں سے صرف آٹھ کروڑ اکسٹھ ہزار آدمی صحیح طریقے سے زکوٰۃ ادا کریں تو سالانہ صرف ایک کھرب چھبیس ارب روپے زکوٰۃ نکلتی ہے۔ اگر یہی زکوٰۃ حق داروں کو پچاس ہزار روپے کے حساب سے فی کس ادا کی جائے تو سالانہ پچیس لاکھ بیس ہزار لوگوں میں تقسیم ہوگی جس سے یہ لوگ اپنا روزگار بہتر طریقے سے چلا سکتے ہیں۔ اسی طرح ہر سال صحیح طریقے سے زکوٰۃ ادا ہوتی رہے تو کیا بے روزگاری کا خاتمہ ممکن نہ ہوگا۔ اگر اسی زکوٰۃ کی رقم سے متوسط درجے کے گھر تعمیر کیے جائیں تو سالانہ ۵ لاکھ مکان تعمیر ہوسکتے ہیں۔ اتنی ہی رقم میں اگر یتیم اور بے سہارا بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام ہو تو سارے ملک میں ایک سال کی زکوٰۃ سے ایک ہزار ایسے مراکز تعمیر ہوسکتے ہیں جن میں ۵ لاکھ بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کا انتظام ہوسکتا ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ملک میں صحیح طریقہ سے نظام زکوٰۃ نافذ ہوجائے تو چند ہی سالوں میں پورے ملک میں ایک عظیم معاشی انقلاب بپا ہوسکتا ہے۔ زکوٰۃ کے فیوض و برکات کا ایک دوسرے پہلو سے بھی جائزہ لیا جائے تو صرف ایک سال کی زکوٰۃ سے جہاں گھروں کی تعمیر اور تعلیمی اداروں کی تعمیر پر یہ ساری رقم گردش میں آئے گی تو اس میں سے کتنے لوگوں کا روزگار میسر ہوگا۔

''جو لوگ ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں۔'' [البقرة:٢٧٧]

قرآن مقدس میں یہ تو تھے چند وہ احکامات جن میں زکوٰۃ کی فرضیت اور فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اب چند ایک آیات درج کرتا ہوں جن میں زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے لیے سخت وعیدیں ہیں۔ سورۃ آلِ عمران میں ہے کہ

''جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے مال و دولت دی ہے اور وہ بخیلی سے کام لیتے ہیں اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخل ان کے حق میں بہتر ہے بلکہ یہ ان کے لیے بہت برا ہے اس بخل سے وہ جو کچھ جمع کر رہے ہیں اسے قیامت کے دن طوق بنا کر ان کے گلے میں ڈالا جائے گا۔'' [آلِ عمران: ١٨٠]

''دردناک سزا کی خوشخبری دیجیے ان لوگوں کو جو سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انھیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا اور کہا جائے گا یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا۔ لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔''

[التوبة: ٣٤، ٣٥]

آخرت کی کامیابی کے حوالہ سے قرآنِ مجید میں زکوٰۃ کی فرضیت، فضیلت اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے لیے جو دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی ہے وہ آیاتِ مبارکہ میں نے درج کردیں تاکہ زکوٰۃ کی اسلام میں اہمیت کا اندازہ ہوسکے۔ اب آتے ہیں زکوٰۃ کے نصاب کی طرف کہ اہل سنت کے نزدیک اڑھائی فی صد زکوٰۃ ادا کی جائے گی اور اہل تشیع کے نزدیک ۵ فی صد زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ اور کتنے لوگ اس سے مستفید ہوں گے یہی وجہ ہے کہ خالق کائنات نے اقتدار حاصل ہونے کے بعد نظام زکوٰۃ کا نفاذ فرض قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

''یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو نماز قائم

کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے تمام معاملات کا انجام تو بس اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔'' [سورۃ حج آیت نمبر ٤١]

ایک طرف زکوٰۃ کی ادائیگی کا نظام اگر بے روزگاری کے خاتمے اور معیشت کی مضبوطی کا سبب بنتا ہے تو دوسری طرف سود کی شکل میں ایک ایسا وبال موجود ہے جو نہ صرف معیشت کی تباہی اور بے روزگاری کا اہم سبب بلکہ آخرت میں ذلت ورسوائی کو ذریعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ مجید سورۃ البقرۃ میں سود لینے، دینے اور معاہدہ تحریر کرنے کو بھی اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کے ساتھ کھلا اعلان جنگ قرار دیا گیا ہے۔ نبی رحمت کا فرمان مبارک ہے کہ سود کے گناہ کے ستر درجے ہیں ان میں سے سب سے کم درجہ ماں کے ساتھ زنا کرنے کے برابر ہے۔ [ابن ماجہ]

معراج کی رات رسول اللہ ﷺ نے بعض لوگوں کو دیکھا جن کے پیٹ مکانوں کی طرح (بڑے بڑے) تھے اوران میں سانپ ہی سانپ بھرے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کے پوچھنے پر جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ سود کھانے والے لوگ ہیں۔

ہمارے ہاں بنک اور مختلف ادارے یا کمپنیاں سود دے رہی ہیں جن میں سے اصل رقم آٹھ دس سال میں دگنا ہوجاتی ہے۔ اس طرح ایک سرمایہ دار بغیر کسی نقصان اور محنت کے گھر بیٹھے بٹھائے لاکھوں کروڑوں کما سکتا ہے۔

توجہ طلب بات یہ ہے کہ سرمایہ دار تو مختلف کمپنیوں یا سکیموں سے بڑھتا چڑھتا سود وصول کرلیتا ہے لیکن یہ آتا کہاں سے ہے۔ چھوٹے درجے کے صنعت کاروں، متوسط طبقہ کے تاجروں، چھوٹے زمینداروں کسانوں اور مزدوروں کی جیب سے جن کی تعداد ملک کے اندر بلاشبہ کروڑوں میں ہے یہ لوگ ایک مرتبہ سود کے چکر میں پڑتے ہیں تو عمر بھر نکل نہیں پاتے۔ حکیم الامت علامہ اقبال نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ

ظاہر میں تجارت حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات

سودی نظام کے ذریعے فردِ واحد پر جو ظلم ہو رہا ہے وہ تو پہلے ہی لمحہ بھر کے لیے غور فرمائیں کہ یہ سودی نظام ملکی معیشت کے لیے کتنی بڑی لعنت بن کر مسلط ہے۔ سرمایہ دار اپنا سرمایہ بینکوں یا سکیموں میں رکھ کر سود در سود کھاتا رہتا ہے۔ سرمایہ رکھنے کی وجہ سے ملکی پیداوار کاروبار اور تجارت میں شدید کمی واقع ہوتی ہے۔ اور یوں برآمدات میں کمی اور درآمدات میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے جو بالآخر زرمبادلہ کی کمی اور کثیر غیر ملکی قرضوں کا باعث بنتا ہے۔ ان قرضوں کی ادائیگی کے لیے حکومت ہر سال ٹیکس میں اضافہ کردیتی ہے کسٹم ڈیوٹیاں بڑھتی ہیں جس کے نتیجے میں اشیائے صرف کی قیمتوں میں بے پناہ اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اوراس طرح عام آدمی جو براہ راست سود میں ملوث نہیں ہوتا۔ سودی نظام کی وجہ سے وہ بھی بمشکل جسم وجان کا رشتہ قائم رکھ پاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حرمت سود اور نظام زکوٰۃ میں خیر ہی خیر ہے۔ اسلامی نظام معیشت کے علم بردار جنھیں اس وقت ساری دنیا کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دینا چاہیے تھا خود باطل نظاموں کی فریب کاریوں کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔

مانگتے پھرتے ہیں اغیار سے مٹی کے چراغ
اپنے خورشید پہ پھیلا دیے سائے ہم نے

محترم قارئین! میں نے آپ کے سامنے بے روزگاری، معیشت کی بدحالی کا سبب (سود) بتا دیا ہے اوراسی طرح اس معاشی بدحالی اور بے روزگاری سے نکلنے کا طریقہ (نظامِ زکوٰۃ کا نفاذ) بتا دیا ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا ملک بحرانوں سے نکلے، ہماری معیشت مضبوط ہو تو آیئے اسلامی اصولوں کے مطابق اپنی زندگی کو گزاریں اوراپنے آپ کو ہر لحاظ سے اسلام میں مکمل داخل کرلیں تو ان شاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب ساری دنیا پر پھر سے مسلمان غالب ہوں گے۔ بقول شاعر ؎

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں



فہرست اردو کتب

مکتبہ محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

۲۹۸ء۰۸ محمد حنیف
ح۵۱۳ت تعلیمات حسن البنا شہید، ص:۶۳، گلستان پبلیکیشنز لاہور

۲۹۸ء۰۷ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
ح۴۸ط طالبان علومِ نبوت کا مقام اور ان کی ذمہ داریاں، ص:۴۸، ۱۹۹۴ء

۲۹۷ء۰۷ محمد صابر حسین
ح۵۲ز زبانی امتحانی معروضی سوالات اسلامی کلچر، ص:۷۹، ۱۹۸۹ نسیم بک ڈپو حیدرآباد

۲۹۷ء۰۷ سید ابوالحسن علی ندوی
ح۵۳ب پاجا سراع رندگی، ص:۱۸۴، مجلس نشریاتِ اسلام کراچی ۱۹۷۸ء

۲۹۷ء۰۷ مولوی محمد حسین
ح۵۳ب بالتنظیم لنظام التعلیم والتعلیم، ص:۱۷۵

۲۹۷ء۰۷ مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب
ح۴۷ت تعلیماتِ اسلام، ص:۶۱، کتب خانہ قاسمی دیوبند ضلع سہارنپور۔س،ن

۲۹۷ء۰۷ مولانا محمد زکریا
ر۵۵ف فضائل اعمال، ص:۱۴۰، مکتبہ اشرفیہ رائے ونڈ لاہور۔ س،ن

۲۹۷ء۰۴ پروفیسر یوسف سلیم چشتی
چ۳۹خ خصوصیات قرآن، ص:۴۸، تحریک المسلمات۔س،ن

۲۹۷ء۰۷ خالد گرجاکھی
خ۱۹ک کافرستان سے نورستان، ص:۸۰، ادارہ احیاء السنہ گوجرانوالہ ۱۹۸۷ء

۲۹۷ء۰۷ خلیل الرحمٰن چشتی
خ۱۰۷ت تزکیہ نفس، ص:۱۵۶، الفوز اکیڈمی اسلام آباد ۲۰۰۰ء

۲۹۷ء۰۷ مولانا عبدالرؤف خان رحمانی
ر۵۱۴ع العلم والعلماء، ص:۲۰۷، ندوۃ المحدثین گوجرانوالہ ۱۹۸۲ء

۲۹۷ء۰۷ ریاض الرحمٰن
ر۹۸ت تحریک احیائے دین، ص:۶۲۴، گیلانی پبلشرز راولپنڈی ۱۹۸۳ء

۲۹۷ء۰۷ مولانا محمد زکریا صاحب
ز۵۵ح تبلیغی نصاب، ص:۸۳۹، مکتبہ مدینہ لاہور۔س،ن

۲۹۷ء۰۷ ڈاکٹر محمد سلیم
س۸۶ت تبلیغی جماعت کی علمی و عملی کمزوریاں، ص:۲۲۴، مکتبہ دارالحکمت لاہور ۲۰۰۵ء

۲۹۷ء۰۷ محمد سرور بن نایف زین العابدین، مترجم: محمد خالد سیف
ز۹۱د دعوت الی اللہ اور انبیاء کرام کا طریق کار، ص:۲۸۸، طارق اکیڈمی فیصل آباد، اسلام آباد۔س،ن

۲۹۷ء۰۷ علامی قاضی محمد سلیمان صاحب
س۸۴ت تبیان الاسلام، ص:۶۰، آرمی پریس شملہ ۱۹۲۸ء

۲۹۷ء۰۷ عبدالبدیع صفر
ص۵۳۷ھ ہم دعوت کا کام کیسے کریں؟ ص:۱۹۲، دارالابلاغ پبلشرز لاہور ۲۰۰۱ء

۲۹۷ء۰۷ طالب ہاشمی
ط۳۱ح حسن گفتار، ص:۲۶۳، البدر پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۳ء

۲۹۷ء۰۷ علاء الدین صدیق
ع۳۱ک کتاب اسلامیات، ص:۲۳۵، کتب خانہ انجمن حمایت اسلام لاہور ۱۹۷۳ء

۲۹۷ء۰۷ محمد عبدالحکیم قاضی، ایم۔اے
ع۲۹ا اسلامی نصاب (حصہ دوم)، ص:۱۱۷، مکتبہ قادریہ لاہور ۱۹۸۶ء

۲۹۷ء۰۷ ابوالحسن عبدالقیوم
ع۴۹۵ت تعلیم وتزکیہ کے لیے مختصر تربیتی کورس،ص:۱۶،مرکز الدعوۃ والارشاد لاہور۔س،ن

۲۹۷ء۰۷ فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح بن غانم السد لان
ف۵۶۴س سعودی عرب کی دعوتی وتعلیمی سرگرمیاں، ص:۳۷۵، فریوائی اکادمی دہلی۲۰۰۴ء

۲۹۷ء۰۷ علامہ ابن عبدالبر، مترجم:عبدالرزاق ملیح آبادی
ع۲۸۵ع العلم والعلماء، ص:۳۰۴، ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور۱۹۷۷ء

۲۹۷ء۰۷ پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی
ف۶۵ف فضائل دعوت،ص:۱۵۶،مکتبہ قدوسیہ لاہور۲۰۰۱ء

۲۹۷ء۰۷ ڈاکٹر یوسف القرضاوی،مترجم: ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن ندوی
ق۵۲د داعیانِ حق کے اوصاف (ثقافۃ الداعیہ)،ص:۲۴۰، الدار السّلفیہ بمبئی۔س،ن

۲۹۷ء۰۷ محمد خان منہاس
م۱۶۴م مؤثر ابلاغ،ص:۴۰،الفوز اکیڈمی اسلام آباد۲۰۰۰ء

۲۹۷ء۰۷ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ،مترجم:عبدالحلیم
ق۸۷ف فضائل علم وعلماء،ص:۱۴۴،مکتبہ السّلفیہ لاہور۱۹۶۲ء
(مجموعہ۴ کتب)

۲۔ تقویٰ،عبدالغفور صاحب،ص:۵۶
۳۔ اسلامی شکل صورت،سید محمد شریف صاحب،ص:۱۱۲
۴۔ تجدید وتعمیر ملت اسلامی کا واحد طریق عمل،صوفی نذیر احمد کشمیری،ص:۲۷

۲۹۷ء۰۷ حافظ مولانا نعیم الحق نعیم
ن۷۰د دعوت واصلاح کے چند اہم اصول،ص:۱۲۸،مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی۱۹۹۲ء

۲۹۷ء۰۷ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی
م۹۱ت تبلیغ وتربیت دین کے پانچ اصول، ص:۸۰، احیاء التراث اسلامی، ادارہ جمعیت اہل حدیث جام پور، شیخ محمد اشرف کشمیری بازار لاہور

۲۹۷ء۰۷ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی
م۹۷د دعوت اسلامی، ص:۲۲۸، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور۱۹۶۷ء

۲۹۷ء۰۷ پروفیسر حافظ محمد عبداللہ
ع۵۸ا اہل حدیث کے لیے دعوت فکر وعمل،ص:۱۶،محمدی اکیڈمی ناشران اسلامی کتب گنج منڈی بہاؤالدین۱۹۸۳ء

۲۹۷ء۰۷ ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ،ایم۔اے
ع۹۶ا اسلامیات، ص:۲۲۴، کتابستان پبلشنگ کمپنی لاہور۔ س،ن

۲۹۷ء۰۷ سید عامر نجیب
ن۳۵د دعوتی تحریک ضرورت اور طریقہ کار،ص:۸۸،الصراط پبلی کیشنز کراچی۲۰۰۱ء

Licence # :3359
Hajj Reg # :3246

اہلِ حدیث حج و عمرہ گروپ

خدمت اور اعتماد کا سفر

قریب ترین رہائش۔ اعلیٰ ترین سہولیات

فاضلین مدینہ یونیورسٹی اور جید علمائے کرام
کی خدمات اور سرپرستی کا مضبوط نیٹ ورک

دورانِ عمرہ تصویری لٹریچر سے رہنمائی

حرمین شریفین میں آپ کا ہم زبان عملہ خدمت کیلئے حاضر

تکبیر ٹریولز اینڈ ٹورز

سال ہا سال کی کامیاب روایات کا تسلسل۔ الحمد للہ

عمرہ بکنگ شروع ہے

چیف ایگزیکٹو مولانا محمد زبیر عقیل فاضل مدینہ یونیورسٹی
Mobile: 0300-8450426
0333-4484837

ڈائریکٹر میاں انعام اللہ
Mobile: 0300-4128426
0321-4414525

شاور سنٹر،
موڑ سمن آباد، لاہور

Ph: 042-7525001-2
Fax: 042-7537604

فاضلین مدینہ یونیورسٹی اور علمائے اہلحدیث کی زیرِ سرپرستی کا مضبوط نیٹ ورک

حرم پاک سے قریب ترین بہترین سہولیات سے مزین ایئر کنڈیشنر رہائش و ٹرانسپورٹ

اہلِ حدیث حج عمرہ گروپ
اب شملہ پہاڑی میں

آؤ انصاف والے گھر چلیں

انصاف® ٹریولز اینڈ ٹورز

انصاف® ٹریولز اینڈ ٹورز

چیف ایگزیکٹو عبدالباری ذوق
Mob: 0300-4236037
0333-4608466

اہلحدیث بھائیوں کا با اعتماد ادارہ

رمضان المبارک کی مقدس گھڑیوں میں اللہ کی رحمتوں کو سمیٹنے کے لئے انصاف والے گھر چلیں

رمضان المبارک کی بکنگ جاری ہے

اب جماعتی گروپس جماعتی پلیٹ فارم سے (انشاءاللہ)

دورانِ عمرہ مسنون تصویری لٹریچر سے مکمل رہنمائی

15-LG بیسمنٹ ہل ویو آرکیڈ
شملہ پہاڑی 5- ڈیوس روڈ لاہور
فون 042-6373328, 6148841